Spot CMYK#Waheed

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس، مفتی محمد امجد، حکیم محمد فیضان، غفار الحق

فی شمارہ..............25 روپے
سالانہ...............300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

الحاج غلام علی فاروق

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....اصلاح وترقی کے لئے خوداحتسابی کی ضرورت........مفتی محمد رضوان	3
درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط133)... فتنہ وغیرہ شہرِ حرام میں قتال سے بڑا گناہ ہے .....// //	6
درسِ حدیث ....ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم (قسط6)......// //	17
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ	
سوئے جنت روانگی سے پہلے مومنین سے منافقین کی علیٰحدگی.................مفتی محمد امجد حسین	23
اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے.........................// //	29
ماہِ شوال: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.............مولانا طارق محمود	33
علم کے مینار:.......امام مالک رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال...........مولانا غلام بلال	35
تذکرۂ اولیاء:......عہدِ صدیقی کی فتوحات اور خلیفۂ ثانی کی تعیین............مولانا محمد ناصر	38
پیارے بچو!.................جنات وشیاطین..................حافظ محمد ریحان	41
بزمِ خواتین ....خواتین جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے (قسط8).......مولانا طلحہ مدثر	43
آپ کے دینی مسائل کا حل....... محفلِ حُسنِ قرائت کا مفصّل ومدلّل حکم.......ادارہ	51
کیا آپ جانتے ہیں؟.......... ’’مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار اور تنظیمِ فکرِ ولیُ اللّٰہی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ‘‘ پر آراء (قسط6)...............مفتی محمد رضوان	81
عبرت کدہ .... حضرت شعیب علیہ السلام کا سفرِ آخرت..........مولانا طارق محمود	83
طب وصحت..................مالٹا (Orange)..................مفتی محمد رضوان	86
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..............مولانا محمد امجد حسین	91
اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............حافظ غلام بلال	93

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

اصلاح وترقی کے لئے خود احتسابی کی ضرورت

کسی بھی معاشرہ اور شعبہ بلکہ فرد کی اصلاح وترقی کے لئے اس کا احتساب ضروری ہے، اور سب سے اعلیٰ و عمدہ احتساب یہ ہے کہ ہر معاشرہ، ہر شعبہ اور ہر فرد اپنا خود سے احتساب کرے، اور خود احتسابی کے عمل کو شعار بنالے، اس سے پہلے کہ دوسرے کی طرف سے یا بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا احتساب کیا جائے۔

اس سلسلہ میں خلیفۂ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول یادرکھنے کے قابل ہے کہ:

’’تم اپنے آپ کا حساب کرلو، اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے، اور تم اپنا وزن کرلو، اس سے پہلے کہ تمہارا وزن کیا جائے، کیونکہ کل تم میں سب سے آسان حساب اس کا ہوگا، جو اپنا حساب اور اپنا وزن کرچکا ہوگا، اس سے پہلے کہ جس دن سب سے بڑے حساب کے لئے پیش کیا جائے گا، اور اس دن کے حساب میں کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں رہ سکے گی‘‘ [1]

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک کا پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک حساب اور ہر چیز کی پوری طرح سے ناپ تول ہوگی، اور اس دن کسی کی کوئی چیز حساب اور وزن ہونے سے چھپی نہیں رہ سکے گی، اس وقت کے آنے سے پہلے ہر شخص خود احتسابی کو اختیار کرے۔

اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اس دن کے آنے سے پہلے ہی اپنا حساب اور وزن کرے، اپنے کھرے کھوٹے کو پرکھ لے اور اپنے گریبان میں جھانک کر اپنا اچھی طرح جائزہ لے لے۔

آج تقریباً ہر معاشرہ اور ہر شعبہ بلکہ ہر فرد کا المیہ یہ ہے کہ کوئی خود سے اپنا احتساب کرنے بالفاظِ دیگر خود

[1] حدثنا عبد الله، حدثنا أبي، حدثنا سفيان بن عيينة، حدثنا جعفر بن برقان، عن ثابت بن الحجاج قال :قال عمر رحمه الله :حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا وزنوا أنفسكم قبل أن توزنوا، فإن أهون عليكم في الحساب غدا أن تحاسبوا أنفسكم تزنوا للعرض الأكبر يوم تعرضون لا تخفى منكم خافية (الزهد لاحمد بن حنبل، رقم الحديث ٦٣٣، زهد عمر بن الخطاب رضي الله عنه)

احتسابی کے لئے تیار نہیں، اور کسی دوسرے کی طرف سے اس کا محاسبہ ہو، تو یہ بھی اسے گوارا نہیں ہوتا، جس سے بُرا منایا جاتا ہے، اور احتساب کرنے والے کو اپنا مخالف اور دشمن و معاند اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا جاتا ہے۔

دنیا کے تقریباً ہر شعبہ میں روزمرہ ان چیزوں کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

چنانچہ ہر سیاسی پارٹی، دوسری پارٹی کو قابلِ احتساب سمجھتی ہے، ہر ادارہ دوسرے ادارہ کو قابلِ احتساب سمجھتا ہے، یہی حال اکثر و بیشتر دوسرے شعبوں کا بھی ہے۔

اس طرزِ عمل کا نتیجہ ہے کہ تقریباً ہر شعبہ میں فساد، بگاڑ اور تنزلی عام ہے، اور معاشرہ کا مزاج کچھ اس طرح کا ہو گیا ہے کہ ہر شخص دوسرے کو تو قابلِ اصلاح سمجھتا ہے، لیکن اپنے آپ کو قابلِ اصلاح نہیں سمجھتا۔

اس صورتِ حال سے دنیا کے شعبے تو کیا بچتے، اہلِ علم اور دینی مدارس اور معاشرہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والے مختلف شعبے بھی محفوظ نہیں رہے، جو انتہائی افسوسناک صورتِ حال ہے۔

چنانچہ بہت سے اہلِ علم اور دینی خدمات سرانجام دینے والے شعبے کے بیشتر حضرات بھی اپنے آپ کو قابلِ اصلاح سمجھنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ وہ ہمیشہ دوسروں کو قابلِ اصلاح سمجھتے ہیں۔

اس لئے جب کبھی ان کے کسی طرزِ عمل پر نکیر کی جاتی ہے، تو وہ اپنا احتساب کرنے اور اپنے اندر کوئی بات قابلِ اصلاح خیال کرنے کے بجائے فوراً نکیر کرنے والوں کو اسلام دشمن اور نہ جانے کیا کیا الزامات دینے بیٹھ جاتے ہیں۔

حالانکہ دوسروں کی طرف سے کسی تنقید و نکیر کا ہونا انسان کی اصلاح کا بہت بڑا ذریعہ ہوتا ہے، کیونکہ عام طور پر انسان کو خود سے اپنے اندر کمی کوتاہی نظر نہیں آتی، اور اسی طرح عقیدت مندوں کی آنکھوں پر بھی پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے، انہیں بھی عقیدت کی وجہ سے کمی کوتاہی کا احساس نہیں ہوتا، لیکن جو لوگ عقیدت سے خالی بلکہ معاند و مخالف ہوتے ہیں، ان کی نظر بہت جلدی قابلِ اصلاح چیزوں کی طرف پہنچ جاتی ہے، اور اس کی وجہ سے قابلِ اصلاح چیزوں کی تعیین بہت آسان ہو جاتی ہے۔

اور دین کے شعبوں کے ساتھ وابستہ حضرات کو تو مختلف جہات سے اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ وہ خود سے اپنا احتساب کریں، یعنی خود احتسابی سے کام لیں۔

اور اگر وہ خود سے اپنا احتساب ترک کر کے دوسروں کے احتساب پر بھی اعتراض کریں گے، تو پھر اصلاح

کا کون سا راستہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ایک عرصہ سے دینی شعبوں کے اندر روز بروز تنزلی کا گراف اونچے سے اونچا ہوتا جارہا ہے، اور معیار کمزور ہوتا جارہا ہے، نیز دینی شعبوں کے ساتھ ایسے افراد وابستہ ہوتے اور کھپتے جارہے ہیں کہ جو اِن شعبوں کے لئے بڑی بدنامی کا باعث بنتے ہیں، اور مختلف طریقوں سے دنیا وآخرت کے نقصان کا سبب بنتے ہیں۔

ایسے حالات میں ان اداروں کی قیادت وسیادت پر فائز حضرات پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی ماتحتی ونگرانی میں چلنے والے اداروں اور شعبوں کے احتساب واصلاح کی طرف اپنی توجہات کو مبذول فرمائیں، اور متعصّبانہ رویہ کی اصلاح فرمائیں۔

اوران اداروں اور شعبوں سے وابستہ افراد کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا خود سے احتساب کریں، اور اپنے اندر پائی جانے والی قابلِ اصلاح چیزوں کی اصلاح کریں، اس کے بغیر اصلاح اور ترقی کی راہوں اور دروازوں کا کھلنا نیز آخرت کے کڑے اور کٹھن حساب سے بچنا بہت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

(سورہ بقرہ قسط133،آیت 217، 218) مفتی محمد رضوان

فتنہ وغیرہ شہرِ حرام میں قتال سے بڑا گناہ ہے

یَسْــــئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ . قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ. وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰـهِ وَکُفْـرٌ بِـهٖ وَالْـمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَھْلِهٖ مِنْهُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ. وَالْفِتْـنَةُ اَکْبَـرُ مِـنَ الْقَتْلِ. وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا، وَمَـنْ یَّـرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْـمَـالُھُـمْ فِی الـدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ.اِنَّ الَّـذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورة البقرة، رقم الآيات ۲۱۷، ۲۱۸)

ترجمہ: سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کے متعلق، آپ فرمادیجئے کہ قتال اس (مہینہ) میں بڑا (گناہ) ہےاور روکنا اللہ کے راستہ سے،اور کفر کرنا اس کے ساتھ،اور مسجدِ حرام کے ساتھ،اور نکالنا اُس کے اہل کواس (مسجدِ حرام) سے یہ زیادہ بڑا (گناہ) ہے اللہ کے نزدیک، اور فتنہ زیادہ بڑا (گناہ) ہے قتل سے، اور یہ (کفار و مشرکین) ہمیشہ قتال کرتے رہیں گے،تم سے، یہاں تک کہ پھیر دیں تمہیں،تمہارے دین سے،اگروہ استطاعت رکھیں،اور جو شخص پھر جائے تم میں سے اپنے دین سے، پھر مرجائے اور وہ کافر ہو،تو یہی وہ لوگ ہیں کہ ضائع ہوگئے ان کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں،اور یہی لوگ ہیں آگ (یعنی جہنم) والے، یہ لوگ اس (آگ وجہنم) میں ہمیشہ رہیں گے۔بے شک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بڑا غفور ہے، رحیم ہے(سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

ابتدائے اسلام میں جن مہینوں میں قتل وقتال حرام تھا، ان کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ ان مہینوں میں

سے کسی مہینہ میں قتل وقتال اگرچہ گناہ ہے، لیکن اللہ کے راستہ سے روکنا، اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجدِ حرام کے ساتھ کفر کرنا اور مسجدِ حرام کے اہل لوگوں یعنی مسلمانوں کو اس سے نکالنا، یہ چیزیں بدر جہا بڑے گناہ ہیں، اور فتنہ یعنی کفر وشرک وغیرہ بھی اس مہینہ میں قتل کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ فرمایا کہ کفار ومشرکین، تم سے اس وقت تک قتال کرتے رہیں گے، جب تک تمہیں اپنے دین سے پھیر نہ دیں، اگر ان کو اس کی قدرت ہو۔

اور جو شخص اپنے دین سے پھر گیا، پھر وہ کفر کی حالت میں مرگیا، تو اس کے دنیا اور آخرت کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا، خواہ عظمت والے مہینہ میں جہاد کیوں نہ کیا ہو، تو وہ لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، اور اللہ بڑا غفور، رحیم ہے، لہٰذا وہ ان کے ان اعمال کے اجر وثواب کو ضائع نہیں فرمائے گا۔

بعض احادیث وروایات میں مذکورہ آیات کے نازل ہونے کے واقعہ کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَهْطًا وَبَعَثَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، فَلَمَّا أَخَذَ يَنْطَلِقُ لٰكِنَّهُ بَكٰى صُبَابَةً إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ رَجُلًا مَكَانَهُ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ، وَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا، وَأَمَرَهُ أَنْ لَّا يُكْرِهَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهٖ عَلَى الْمَسِيرِ مَعَهُ، فَلَمَّا قَرَأَ الْكِتَابَ، اِسْتَرْجَعَ، وَقَالَ :سَمْعٌ وَّطَاعَةٌ،يَعْنِي لِلّٰهِ وَرَسُولِهٖ،خَبَّرَهُمُ الْخَبَرَ، وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْكِتَابَ، فَرَجَعَ رَجُلَانِ، وَمَضٰى بَقِيَّتُهُمْ، فَلَقُوا ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ، فَقَتَلُوهُ وَلَمْ يُدْرِكْ ذَاكَ الْيَوْمَ مِنْ رَجَبٍ أَوْ مِنْ جُمَادٰى، فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ لِلْمُسْلِمِيْنَ فَعَلْتُمْ كَذَا وَكَذَا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثُوهُ الْحَدِيثَ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ) إِلٰى قَوْلِهٖ (وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ) قَالَ: اَلشِّرْكُ، قَالَ بَعْضُ الَّذِيْنَ كَانُوا فِي السَّرِيَّةِ: وَاللّٰهِ مَا قَتَلَهُ إِلَّا وَاحِدٌ، فَإِنْ يَّكُ خَيْرًا، فَقَدْ وَلِيتُهُ،

وَإِنْ يَكُ ذَنْبًا فَقَدْ عَمِلْتَهُ، وَقَالَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ إِنْ لَمْ يَكُونُوا أَصَابُوا فِي شَهْرِهِمْ هٰذَا وِزْرًا، فَلَيْسَ لَهُمْ فِيهِ أَجْرٌ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ (إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ) (مسند أبي يعلى الموصلي، رقم الحديث ۱۵۳۴،المعجم الكبير،للطبراني ، رقم الحديث ۱۶۷۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قافلہ بھیجا اور اس کا امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا، جب وہ جانے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے صدمہ سے رونے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک لیا، اور ان کے بدلہ میں ایک اور صحابی کو امیر مقرر کیا، جن کا نام عبداللہ بن جحش تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک خط لکھ کر دیا اور ان کو حکم فرمایا کہ (یہ خط فلاں مقام پر جا کر پڑھنا اور اپنے) ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا، حضرت عبداللہ بن جحش نے جب (اس مقررہ مقام پر پہنچ کر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا، تو انہوں نے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، اور فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے فرمانبرداری (اور ہر قسم کے جہاد) کے لئے تیار ہوں، پھر اپنے ساتھیوں کو وہ خط پڑھ کر سنایا اور واقعہ بیان کیا، یہ سن کر (ان کے ساتھیوں میں سے) دو آدمی لوٹ کر چلے گئے، اور باقی لوگ عبداللہ بن جحش کے ساتھ رہے، پھر ان حضرات کا ابنِ حضرمی (کافر) سے سامنا ہوا، تو انہوں نے ابنِ حضرمی کو قتل کر دیا، اور اس دن کے بارے میں یہ علم نہیں تھا کہ یہ جمادی الاخریٰ کی تیس تاریخ ہے یا رجب کا پہلا دن ہے، اس واقعہ پر مشرکین نے مسلمانوں پر اعتراض کیا کہ تم نے حرمت والے مہینہ (یعنی رجب) میں یہ (قتل کرنے کی) حرکت کی (حالانکہ اس مہینہ میں قتل وقتال کرنا جائز نہیں) پھر صحابۂ کرام کا یہ قافلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو آپ سے اس صورتِ حال کا ذکر کیا، جس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

''يَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ

---

[1] قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده حسن (حاشية مسند ابي يعلىٰ)
وقال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد،باب السرايا والبعوث،باب سرية عبد الله بن جحش)

سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ"

یعنی ”سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کے متعلق، آپ فرمادیجئے کہ قتال اس (مہینہ) میں بڑا (گناہ) ہےاورروکنا اللہ کے راستہ سے، اور کفر کرنا اس کے ساتھ، اور مسجدِ حرام کے ساتھ، اور نکالنا اُس کے رہنے والوں کو اس (مسجدِ حرام) سے یہ زیادہ بڑا (گناہ) ہے اللہ کے نزدیک، اور فتنہ زیادہ بڑا (گناہ) ہے قتل سے“

اور (اس آیت میں) فتنہ سے مراد شرک ہے، قافلہ کے بعض لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ابنِ حضرمی کو صرف ایک آدمی نے قتل کیا ہے، پس اگر اس میں خیر ہے تو میں اس کا مددگار ہوں، اور اگر اس میں گناہ ہے، تو میں نے اس عمل کو کیا ہے، اور بعض مسلمانوں نے کہا کہ اگر انہوں نے (رجب کے مہینہ میں قتال کرکے) گناہ نہیں کیا، تو انہیں اس میں کوئی اجر وثواب بھی حاصل نہیں ہوگا، تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

”اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ“

بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کے راستہ میں، یہی لوگ ہیں جو امید رکھتے ہیں اللہ کی رحمت کی، اور اللہ غفور ہے رحیم ہے (یعنی ان قافلہ کے حضرات کو ثواب ضرور حاصل ہوگا) (ابویعلیٰ)

اس واقعہ کو امام نسائی نے بھی کچھ مختصر انداز میں اپنی ”سننِ کبریٰ“ میں روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] عن جندب بن عبد الله، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه "بعث رهطا، فبعث عليهم أبا عبيدة، فلما أخذ لينطلق، لكنه بكى صبابة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبعث رجلا مكانه يقال له عبد الله بن جحش وكتب كتابا، وأمره أن يتوجه وجها، وأمره أن لا يقرأ الكتاب حتى يبلغ كذا وكذا، ولا تكرهن أحدا من أصحابك على السير معك فلما قرأ الكتاب استرجع ثم قال :سمعا وطاعة لله ورسوله، فخبرهم الخبر، وقرأ عليهم الكتاب، فرجع رجلان ومضى بقيتهم فلقوا ابن الحضرمي فقتلوه، فلم يدروا ذلك اليوم من رجب أم من جمادى الآخرة فقال المشركون للمسلمين " :فعلتم وفعلتم كذا وكذا في الشهر الحرام، فأتوا النبي صلى الله عليه وسلم فحدثوه الحديث، فأنزل الله تبارك وتعالى (يسألونك عن الشهر الحرام قتال فيه)إلى قوله (والفتنة أكبر من القتل)الشرك "(السنن الكبرى،للنسائى ، رقم الحديث ٨٧٥٢)

اور حضرت ابو مالک کی سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو اس طرح روایت کیا ہے کہ:

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ جَحْشٍ وَنَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ إِلَی الْمُشْرِکِیْنَ فَلَقُوْھُمْ بِبَطْنِ نَخْلَۃَ، وَالْمُسْلِمُوْنَ یَرَوْنَ أَنَّہٗ آخِرُ یَوْمٍ مِنْ جُمَادٰی، وَھُوَ أَوَّلُ یَوْمٍ مِنْ رَجَبٍ، فَقَتَلُوْا عَمْرَو بْنَ الْحَضْرَمِیِّ، فَقَالَ لَھُمُ الْمُشْرِکُوْنَ: أَلَسْتُمْ تَزْعُمُوْنَ أَنَّکُمْ تُحَرِّمُوْنَ الشَّھْرَ الْحَرَامَ؟ وَقَدْ قَتَلْتُمْ فِیْہِ، فَأَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ (یَسْأَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ) إِلٰی قَوْلِہٖ (وَإِخْرَاجُ أَھْلِہٖ مِنْہُ) یَقُوْلُ: ھٰذَا کُلُّہٗ أَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الَّذِیْ اسْتَنْکَرْتُمْ ، (وَالْفِتْنَۃُ) الَّتِیْ أَنْتُمْ مُقِیْمُوْنَ عَلَیْھَا ، یَعْنِیْ :اَلشِّرْکَ (أَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ) أَیْ مِنْ قَتْلِ ابْنِ الْحَضْرَمِیِّ (تفسیر مجاهد، رقم الحدیث ۱۰۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو مشرکین کی طرف بھیجا، مسلمانوں نے مشرکین کو ''بطنِ نخلہ'' مقام میں پایا، اور مسلمان اس دن کو جمادی الاخریٰ کا آخری دن سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ رجب کا پہلا دن تھا، پس انہوں نے عمرو بن حضرمی (کافر) کو قتل کرڈالا، تو مسلمانوں سے مشرکین نے (اعتراض کرتے ہوئے) کہا کہ ایک طرف تو اشہرِ حرم کی حرمت کا تم اعتقاد رکھتے ہو، پھر اس میں قتال بھی کرتے ہو، تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ ''

یعنی ''سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں قتال کے متعلق، آپ فرمادیجئے کہ قتال اس (مہینہ) میں بڑا (گناہ) ہے اور روکنا اللہ کے راستہ سے، اور کفر کرنا اس کے ساتھ، اور مسجدِ حرام کے ساتھ، اور نکالنا اُس کے رہنے والوں کو اس (مسجدِ حرام) سے یہ زیادہ بڑا (گناہ) ہے اللہ کے نزدیک''

مطلب یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں اللہ کے نزدیک اس قتل سے زیادہ بڑی ہیں، جس کو تم نے برا سمجھا، اور وہ فتنہ جس کا تم ارتکاب کرتے ہو، یعنی شرک، وہ ابنِ حضرمی کے قتل سے زیادہ بڑا

جرم ہے (تفسیر مجاہد)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ اگرچہ ابتدائے اسلام میں چار مخصوص مہینوں میں (جن کا ذکر آگے آتا ہے) قتال کرنا گناہ تھا، لیکن مشرکین کفر وشرک کرنے، اور مسلمانوں کو اللہ کے راستہ سے روکنے اور مسجدِ حرام سے روکنے جیسے جو جرائم کرتے تھے، وہ اس سے بڑے جرم تھے، اس لئے مسلمان قابلِ ملامت نہیں، بلکہ مشرکین قابلِ ملامت ہیں۔

سال کے چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اشہر حرم'' کہا جاتا ہے، اور وہ چار مہینے یہ ہیں۔

محرم، رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں ان چار مہینوں کا ذکر آیا ہے۔ [1]

اور احادیث میں بھی ان مہینوں کا ذکر آیا ہے۔ [2]

تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے اور ان میں سے چار یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینے بڑے مبارک اور فضیلت وعظمت، ادب وشرافت، اعزاز واکرام اور احترام والے مہینے سمجھے جاتے تھے، تمام نبیوں کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے، اور ان مہینوں میں کوئی گناہ کرے تو اس کا عذاب اور وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر جہاد وقتال بھی منع تھا، اور ان چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اَشْھُرِ حُرُمْ'' یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے۔

ان چار مہینوں کو عظمت اور احترام والے مہینے دو وجہ سے کہا گیا ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ ان مہینوں میں جہاد وقتال حرام تھا، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ مہینے عظمت وفضیلت اور ادب وشرافت والے ہیں، ان کا احترام ضروری ہے اور ان مہینوں میں عبادت کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

---

[1] اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورة التوبة رقم الآية ٣٦)

[2] عن أبی بكرة، عن النبی صلى الله عليه وسلم قال " :إن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والأرض، السنة اثنا عشر شهرا، منها أربعة حرم، ثلاث متواليات :ذو القعدة، وذو الحجة، والمحرم، ورجب، مضر الذی بين جمادی، وشعبان " (بخاری، رقم الحديث ٤٦٦٢، كتاب تفسير القرآن،باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی كتاب الله)

ان دونوں حکموں میں سے ادب واحترام اور عبادت کا حکم تو اب بھی اسلام میں باقی ہے۔

لیکن ان چار مہینوں میں جہاد وقتال کی ممانعت کا حکم اکثر اور جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بعد میں منسوخ ہوگیا، اور اب ان حضرات کے نزدیک ان چار مہینوں میں جہاد وقتال کی ابتداء کرنا حرام نہیں، بلکہ جائز ہے۔ [1]

البتہ بعض حضرات اس حکم کو منسوخ نہیں مانتے، اور وہ اب بھی ان چار مہینوں میں جہاد وقتال کی ابتداء کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

جہاں تک ان مہینوں میں دفاعی جہاد وقتال کا معاملہ ہے، تو وہ سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔ [2]

مرتد ہونے سے اعمال کا ضیاع

پھر مذکورہ آیات میں جو یہ فرمایا کہ:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ.

اور جو شخص پھر جائے تم میں سے اپنے دین سے، پھر مرجائے اور وہ کافر ہو، تو یہی وہ لوگ ہیں کہ ضائع ہوگئے ان کے اعمال دنیا میں اور آخرت میں، اور یہی لوگ ہیں، جہنم والے، یہ لوگ اس (جہنم) میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دین سے پھرنے پر اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔

پھر اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ مرتد ہوجائے، اور وہ کفر کی حالت پر ہی فوت ہو، تو اس کے اعمال کے ضائع

---

[1] اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں بطورِ خود بلاضرورت جہاد وقتال کے لئے پیش قدمی نہ کی جائے۔
فلا بأس بالقتال فی الأشهر الحرم وهی ذی العقدة وذی الحجة ومحرم ورجب .وترک البداء ة بالقتال فی الأشهر الحرم أفضل(فتاویٰ قاضیخان، ابواب القتال)
ثم نقل عن الخانية ان الافضل ان لايبتدأ به فی الاشهر الحرم(رد المحتار، كتاب الجهاد، ج ۴، ص ۱۲۳)

[2] القتال فی الأشهر الحرم:الأشهر الحرم هی رجب، وذو القعدة، وذو الحجة، ومحرم.
وكان البدء بالقتال فی هذه الأشهر فی أول الإسلام محرما بقوله تعالى :(إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فی كتاب الله ، وقوله تعالى :(يسألونک عن الشهر الحرام قتال فيه قل قتال فيه كبير.
وأما بعد ذلک فذهب جمهور الفقهاء إلى أن بدء القتال فی الأشهر الحرم منسوخ كما نص عليه أحمد، وناسخه قوله تعالى :(فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وبغزوه صلى الله عليه وسلم الطائف فی ذی القعدة .والقول الآخر :أنه لا يزال محرما، ودليله حديث جابر كان النبی صلى الله عليه وسلم لا يغزو فی الشهر الحرام إلا أن يغزى، فإذا حضره أقام حتى ينسلخ .وأما القتال فی الشهر الحرام دفعا فيجوز إجماعا من غير خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۶ ، ص ۱۴۷ ، مادة "جهاد")

ہونے میں تو شبہ نہیں۔

لیکن اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے، اور اس کے بعد توبہ کر کے پھر اسلام میں داخل ہو جائے، تو اس نے مرتد ہونے سے پہلے جو حج کیا ہو، وہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ضائع ہو جاتا ہے، اور دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے پر اس کو حج کرنا فرض ہوتا ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مذکورہ شخص کے حج کا فریضہ ضائع نہیں ہوتا، اور اس پر دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہوتا، جیسا کہ مرتد ہونے سے پہلے کی نمازوں اور روزوں کا فریضہ ضائع نہیں ہوتا۔ [1]

جو شخص نعوذ باللہ مرتد ہو جائے، اور پھر وہ اسلام لے آئے، تو مرتد ہونے کی حالت کی نمازوں اور روزوں وغیرہ کو ادا کرنا حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق واجب نہیں ہوتا، اور شافعیہ کے نزدیک واجب ہوتا ہے۔

لیکن اگر اس کے ذمہ کچھ نمازیں، روزے وغیرہ ایسے قضاء ہوں، جن کو اس نے مرتد ہونے سے پہلے مسلمان ہونے کی حالت میں ترک کر دیا تھا، تو حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ ان سب حضرات کے نزدیک ان کا قضاء کرنا ضروری ہوگا۔ [2]

---

[1] حبوط العمل :إذا ارتـد الـمسـلم واستمر كافرا حتى موته كانت ردته محبطة للعمل لقوله تعالى :(ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئک حبطت أعمالهم .

فإن عـاد إلـى الإسـلام فـمذهب الحنفية والمالكية أنه يجب عليه إعادة الحج وما بقى سببه من العبادات لأنه بـالـردة صار كالكافر الأصلى فإذا أسلم وهو غنى فعليه الحج .ولأن وقتـه متسع إلى آخر العمر فيجب عليه بـخـطـاب مبتـدأ كما يجب عليه الصلاة والصيام والزكاة للأوقات المستقبلة، ولأن سببه البيت المكرم وهو باق بخلاف غيره من العبادات التى أداها، لخروج سببها .وما بقى سببه من العبادات كمن صلى الظهر مثلا ثم ارتـد ثم تاب فى الوقت يعيد الظهر لبقاء السبب وهو الوقت .وذهـب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا يجب عليه أن يـعيـد عبـاداتـه التـى فعلها فى إسلامه من صلاة وحج وغيرها، وذلک لأنه فعلها على وجهها وبرئت ذمته مـنها فلا تعود إلى ذمته، كدين الآدمى .والـمـنـصوص عن الشافعى رحمه الله تعالى حبوط ثواب الأعمال لا نفس الأعمال(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۳، ص ۲۳۴، مادة " تكفير")

تأثير الردة على الحج :يجب على من ارتد وتاب أن يعيد حجه عند الحنفية، والمالكية ، وذهب الشافعية إلى أنـه ليس على من ارتد ثم تاب أن يعيد حجه .أما الحنابلة فالصحيح من المذهب عندهم :أنه لا يلزمه قضاؤه، بل يجزء الحج الذى فعله قبل ردته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲، ص ۲۰۰، مادة "ردة")

[2] تـأثير الردة على الصلاة والصوم والزكاة :ذهـب الحنفية والمالكية إلى عدم وجوب قضاء الصلاة التى تركها أثناء ردته؛ لأنه كان كافرا، وإيمانه يجبها .وذهب الشافعية إلى وجوب القضاء.

ونقل عن الحنابلة القضاء وعدمه .والمذهب عندهم عدم وجوب القضاء .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر کسی عاقل، بالغ مسلمان کے مال پر سال گزرنے کی وجہ سے زکاۃ فرض ہوگئی، اور پھر وہ زکاۃ ادا کرنے سے پہلے نعوذ باللہ مرتد یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس سے اس سال کی زکاۃ ساقط نہیں ہوتی، بلکہ اس کا ادا کرنا بدستور اس کے ذمہ فرض ہونا باقی رہتا ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک مذکورہ صورت میں مرتد ہونے سے اس کی زکاۃ ساقط ہوجاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإن كان على المرتد الذى تاب صلاة فائتة، قبل ردته أو صوم أو زكاة فهل يلزمه القضاء ؟

ذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة إلى وجوب القضاء ؛ لأن ترك العبادة معصية، والمعصية تبقى بعد الردة .وخالف المالكية فى ذلك، وحجتهم أن الإسلام يجب ما قبله، وهو بتوبته أسقط ما قبل الردة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٢، ص٢٠٠، مادة "ردة")

ما فات المرتد من العبادات أيام الردة لا يجب عليه قضاؤه، إذا تاب ورجع إلى الإسلام؛ لأنه غير مخاطب بفروع الشريعة، ولقوله تعالى :(قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف)ولقول النبى صلى الله عليه وسلم :الإسلام يجب ما قبله .وهذا عند الحنفية والمالكية والحنابلة، وعند الشافعية يجب عليه قضاء ما فاته أيام ردته من عبادات؛ لأن المرتد كان مقرا بإسلامه ولأنه لا يستحق التخفيف.

وما فاته أيام إسلامه من عبادات قبل ردته وحال إسلامه، يجب عليه قضاؤه بعد توبته من الردة؛ لاستقرار هذه العبادات عليه حال إسلامه، وهذا عند الحنفية والشافعية والحنابلة.

وعند المالكية :لا يطالب بما فاته قبل ردته، فالردة تسقط ما كان عليه من صلاة وصيام إلا الحج الذى تقدم منه، فإنه لا يبطل، ويجب عليه إعادته إذا أسلم؛ لبقاء وقته وهو العمر.

وإذا رجع المرتد إلى الإسلام وأدرك وقت صلاة، أو أدرك جزءا من رمضان وجب عليه أداؤه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١١ ص ١١٥، مادة "تدارك")

[1] أما المرتد، فما وجب عليه من الزكاة فى إسلامه، وذلك إذا ارتد بعد تمام الحول على النصاب لا يسقط فى قول الشافعية والحنابلة، لأنه حق مال فلا يسقط بالردة كالدين، فيأخذه الإمام من ماله كما يأخذ الزكاة من المسلم الممتنع، فإن أسلم بعد ذلك لم يلزمه أداؤها.

وذهب الحنفية إلى أنه تسقط بالردة الزكاة التى وجبت فى مال المرتد قبل الردة، لأن من شرطها النية عند الأداء ، ونيته العبادة وهو كافر غير معتبرة، فتسقط بالردة كالصلاة، حتى ما كان منها زكاة الخارج من الأرض(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص٢٣٣، مادة "زكاة")

فأما إن ارتد بعد الحول لم تسقط الزكاة عنه وبهذا قال الشافعي.

وقال أبو حنيفة تسقط لأن من شرطها النية فسقطت بالردة كالصلاة.

ولنا :أنه حق مال فلا يسقط بالردة كالدين وأما الصلاة فلا تسقط أيضا، لكن لا يطالب بفعلها لأنها لا تصح منه ولا تدخلها النيابة فإذا عاد وجبت عليه والزكاة تدخلها النيابة ولا تسقط بالردة كالدين ويأخذها الإمام من الممتنع وكذا هاهنا يأخذها الإمام من ماله كما يأخذها من المسلم الممتنع فإن أسلم بعد أخذها لم يلزمه أداؤها لأنها سقطت عنه بأخذها كما تسقط بأخذها من المسلم الممتنع.ويحتمل أن لا تسقط لأن الزكاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مرتد ہونے کی وجہ سے بعض فقہاء کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے، البتہ بعض فقہاء مرتد ہونے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں۔ ؎1

جو شخص مرتد ہوجائے، تو مرتد ہونے کی حالت میں اس کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور، بھی حلال شمار نہیں ہوتا۔ ؎2

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عبادة، فلا تحصل من غير نية وأصل هذا ما لو أخذها الإمام من المسلم الممتنع، وقد ذكر في غير هذا .وإن أخذها غير الإمام أو نائبه، لم تسقط عنه لأنه لا ولاية له عليه فلا يقوم مقامه بخلاف نائب الإمام وإن أداها في حال ردته لم تجزه لأنه كافر فلا تصح منه كالصلاة(المغنى لابنِ قدامة، ج۳ص ۷۴،۷۵، كتاب الزكاة، باب زكاة الدين والصدقة،فصل أسلم المرتد وقد حال على ماله الحول)

وأما المرتد فكذلك عندنا حتى إذا مضى عليه الحول وهو مرتد فلا زكاة عليه حتى لا يجب عليه أداؤها إذا أسلم، وعند الشافعي تجب عليه في حال الردة ويخاطب بأدائها بعد الإسلام وعلى هذا الخلاف الصلاة.

وجه قوله :أنه أهل للوجوب لقدرته على الأداء بواسطة الطهارة فكان ينبغي أن يخاطب الكافر الأصلي بالأداء بعد الإسلام إلا أنه سقط عنه الأداء رحمة عليه وتخفيفا له.

والمرتد لا يستحق التخفيف، لأنه رجع بعد ما عرف محاسن الإسلام فكان كفره أغلظ فلا يلحق به.

(ولنا) قول النبي -صلى الله عليه وسلم :-الإسلام يهدم ما قبله ، ولأن الزكاة عبادة والكافر ليس من أهل العبادة لعدم شرط الأهلية وهو الإسلام فلا يكون من أهل وجوبها كالكافر الأصلي، وقوله :أنه قادر على الأداء بتقديم شرطه وهو الإيمان فاسد، لأن الإيمان أصل والعبادات توابع له بدليل أنه لا يتحقق الفعل عبادة بدونه، والإيمان عبادة بنفسه .وهذه آية التبعية، ولهذا لا يجوز أن يرتفع الإيمان عن الخلائق بحال من الأحوال في الدنيا والآخرة مع ارتفاع غيره من العبادات فكان هو عبادة بنفسه وغيره عبادة به فكان تبعا له فالقول بوجوب الزكاة وغيرها من العبادات بناء على تقديم الإيمان جعل التبع متبوعا والمتبوع تابعا وهذا قلب الحقيقة، وتغيير الشريعة بخلاف الصلاة مع الطهارة، لأن الصلاة أصل والطهارة تابعة لها فكان إيجاب الأصل إيجابا للتبع وهو الفرق(بدائع الصنائع، ج۲ص ۴ ، كتاب الزكاة، فصل وأما شرائط الفرضية)

قوله" :مسلم "خرج الكافر ولو مرتدا بناء على أنه غير مخاطب بفروع الشريعة فلو أسلم المرتد لا يخاطب بشيء من العبادات أيام ردته ولو ارتد بعد وجوبها سقطت بحر(حاشية الطحطاوى على المراقى،ص ۷۱۴، كتاب الزكاة)

(قوله وإسلام) فلا زكاة على كافر لعدم خطابه بالفروع سواء كان أصليا أو مرتدا فلو أسلم المرتد لا يخاطب بشيء من العبادات أيام ردته ثم كما شرط للوجوب شرط لبقاء الزكاة عندنا، حتى لو ارتد بعد وجوبها سقط كما في الموت بحر عن المعراج(ردالمحتار، ج۲ص ۲۵۹ ، كتاب الزكاة)

؎1 تأثير الردة على الوضوء :ذهب المالكية والحنابلة إلى أن الوضوء ينتقض بالردة، ولم يذكر الحنفية ولا الشافعية الردة من بين نواقض الوضوء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲،ص ۲۰۱،مادة "ردة")

؎2 ذبائح المرتد :ذبيحة المرتد لا يجوز أكلها؛ لأنه لا ملة له، ولا يقر على دين انتقل إليه، حتى ولو كان دين أهل الكتاب.إلا ما نقل عن الأوزاعي، وإسحاق، من أن المرتد إن تدين بدين أهل الكتاب حلت ذبيحته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲،ص ۲۰۱،مادة "ردة")

مطبوعاتِ ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: ارکانِ اسلام — اضافہ وتحقیق شدہ دوسرا ایڈیشن

زکاۃ
کے
فضائل واحکام

قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت
زکاۃ کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں، زکاۃ کی اقسام،
سونے چاندی، مالِ تجارت اور کرنسی کی زکاۃ اور سائمہ جانوروں کی زکاۃ کے قدیم
وجدید مفصل ومدلل باحوالہ احکام
زکاۃ کے متعلق اہم امور ومسائل پر علمی وتحقیقی کلام

مصنّف
مفتی محمد رضوان
ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار
اور
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات
کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ اور فکرِ ولی اللّٰہی ومولانا عبیدُ اللہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبید اللہ سندھی کی طرف منسوب غیر معتدل وشاذ افکار پر کلام
مولانا سندھی اور تنظیمِ فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اور اہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آرا وتحریرات اور فتاویٰ

مؤلف
مفتی محمد رضوان
ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ محرم کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن حدیث، فقہ اور سلفِ صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے پہلے مہینے "محرم الحرام" کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل اور سہل انداز میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت اور اس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق کو واضح کیا گیا ہے اور عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اور اس سے متعلقہ احکامات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز اس مہینہ کی نسبت سے معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا معتدل وشبت انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مؤلف
مفتی محمد رضوان
مدیر
ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اصلاح وتزکیہ

وساوِس اور حقائق

قرآن وسنت، فقہاء ومحدثین اور اہل السنۃ والجماعۃ کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں وسوسوں کی حقیقت اور ان کے احکام، وسوسوں کی اقسام وانواع، وسوسوں کے گناہ ہونے نہ ہونے کا حکم، وسوسوں پر عمل اور ان کی تصدیق کے نتائج ونقصانات، وہم اور مالیخولیا کی بیماری کی حقیقت اور اس سے متعلق واقعات، ایمان، گناہ، ناپاکی، حرمت، طہارت، استنجاء، وضو، غسل، نماز، طلاق اور خواب وغیرہ سے متعلق وسوسوں پر تفصیلی کلام، پاکی وناپاکی اور حلت وحرمت سے متعلق اہم اصول اور مسائل، اور ناپاک چیز کو پاک کرنے کی سہل وآسان صورتیں، وسوسوں کے ضرر ونقصان سے حفاظت کا طریقہ۔

مصنّف
مفتی محمد رضوان
ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا حکم (قسط6)

(۵۸)......حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ شَابٌّ عَلٰی عُمَرَ ، فَجَعَلَ الشَّابُّ یُثْنِیْ عَلَیْهِ ، قَالَ:فَرَآهُ عُمَرُ یَجُرُّ إِزَارَهُ ، قَالَ:فَقَالَ لَـهُ:یَا ابْنَ أَخِیْ ، اِرْفَعْ إِزَارَکَ ، فَإِنَّهُ أَتْقٰی لِرَبِّکَ وَأَنْقٰی لِثَوْبِکَ ، قَالَ :فَکَانَ عَبْدُ اللّٰهِ یَقُوْلُ:یَا عَجَبًا لِعُمَرَ أَنْ رَأٰی حَقَّ اللّٰهِ عَلَیْهِ ، فَلَمْ یَمْنَعْهُ مَا هُوَ فِیْهِ أَنْ تَکَلَّمَ بِهٖ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۲۵۳۱۲،کتاب اللباس ،باب فی جر الإزار ، وما جاء فیه)

ترجمہ:ایک نوجوان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا،اوراس نوجوان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنا شروع کی،حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ اپنے ازارکو(ٹخنے سے نیچے لٹکا کر) کھینچ رہاہے،تو اس کوحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! اپنی ازارکواوپر کیجئے،یہ تمہارے رب کے نزدیک آپ کے زیادہ تقوے اورتمہارے کپڑے کے لئے زیادہ صفائی کا باعث ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھی کیا کہنے!اگراپنے اوپراللہ کا حق دیکھتے ہیں،توان کووہ چیز جو ان کے اندر ہے(یعنی کسی کی تعریف وغیرہ کرنا) اللہ کےحق کی ادائیگی میں کلام کرنے سے مانع نہیں ہوتی (ابنِ ابی شیبہ)

(۵۹)......اورایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَلَمَّا أَدْبَرَ إِذَا إِزَارُهُ یَمَسُّ الْأَرْضَ، قَالَ:رُدُّوْا عَلَیَّ الْغُلَامَ، قَالَ:یَا ابْنَ أَخِیْ اِرْفَعْ ثَوْبَکَ، فَإِنَّهُ أَبْقٰی لِثَوْبِکَ، وَأَتْقٰی لِرَبِّکَ(بخاری) [1]

[1] رقم الحدیث ۳۷۰۰،کتاب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،باب قصة البیعة، والاتفاق علی عثمان بن عفان وفیه مقتل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنهما.

ترجمہ: پھر جب وہ نوجوان جانے لگا، تو اس کا ازار زمین کو چھو رہا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نوجوان کو میرے پاس لاؤ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے! اپنے کپڑے کو اوپر کرلیجئے، کیونکہ یہ آپ کے کپڑے کے لئے پائیداری کا ذریعہ اور آپ کے رب کے ہاں زیادہ تقویٰ کا باعث ہے (بخاری)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ٹخنوں سے اوپر کپڑا کرنے میں تقوے اور کپڑے کی پاکی وصفائی اور کپڑے کے پھٹنے اور خراب وضائع ہونے سے حفاظت کی رعایت ملحوظ ہوتی ہے، اس لئے تقوے اور طہارت اور اسراف سے بچنے کا تقاضا یہ ہے کہ بہرحال کپڑا ٹخنوں سے اوپر رکھا جائے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا کبر وعُجب وغیرہ کی تحقیق کئے بغیر کپڑے کو ٹخنوں سے اوپر کرنے کا حکم دینا اور تاکید فرمانا اس بات کی دلیل وعلامت ہے کہ خواہ کبر وعُجب کی نیت نہ ہو، بہرحال کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے بچنا چاہئے۔

(۶۰)......حضرت خرشہ سے روایت ہے کہ:

اِنَّ عُمَرَ دَعَا بِشُفْرَةٍ، فَرَفَعَ اِزَارَ رَجُلٍ عَنْ كَعْبَيْهِ ثُمَّ قَطَعَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ اِلٰى ذُبَاذِبِهٖ تَسِيْلُ عَلٰى عَقِبَيْهِ (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۲۵۳۲۶، كتاب اللباس والزينة، باب موضع الازار اين هو؟)

ترجمہ: حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایک بڑی چُھری منگوائی، اور ایک آدمی کی (ٹخنوں پر لٹکی ہوئی) ازار کو ٹخنوں سے اوپر کرکے (ازار کا) جو حصہ ٹخنوں سے نیچے تھا، اُسے کاٹ دیا، حضرت خرشہ فرماتے ہیں کہ میں گویا کہ جھالر اور کنارے کو دیکھ رہا ہوں (یعنی کپڑے کا وہ منظر میرے سامنے ہے) جو اس شخص کی ایڑیوں پر لٹکا ہوا تھا (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبر وعُجب کی تحقیق کئے بغیر ٹخنوں سے نیچے لٹکے ہوئے کپڑے کو کاٹ دیا، جس سے معلوم ہوا کہ شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ بہرحال کپڑے کو ٹخنوں سے اوپر رکھا جائے اور بغیر معقول عذر کے کبر وعُجب کے بغیر بھی قصداً وعمداً کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکایا جائے، یہی ہر طرح کی سلامتی وعافیت کا ذریعہ ہے۔

(۶۱)......حضرت سمرہ بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ الْفَتٰى سَمُرَةُ، لَوْ أَخَذَ مِنْ لِمَّتِهٖ، وَشَمَّرَ مِنْ مِئْزَرِهٖ، فَفَعَلَ ذٰلِكَ سَمُرَةُ أَخَذَ مِنْ لِمَّتِهٖ، وَشَمَّرَ، مِنْ مِئْزَرِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٧٨٨)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سمرہ کیا ہی اچھا نوجوان ہے، اگر وہ اپنے لمبے بالوں کو کاٹ لے، اور اپنی ازار کو اوپر کرلے، تو حضرت سمرہ نے یہ عمل کرلیا، اپنے لمبے بالوں کو کاٹ دیا، اور اپنی ازار کو اوپر کرلیا (مسند احمد)

(٦٢)......اور حضرت خریم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نِعْمَ الرَّجُلُ أَنْتَ يَا خُرَيْمُ، لَوْلَا خَلَّتَانِ فِيْكَ، قُلْتُ: وَمَا هُمَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: إِسْبَالُكَ إِزَارَكَ، وَإِرْخَاؤُكَ شَعْرَكَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٩٠١)

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خریم! آپ کیا ہی اچھے آدمی ہیں، اگر آپ میں دو خصلتیں نہ ہوتیں، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ دو خصلتیں کیا ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اپنا ازار (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانا، اور آپ کے بالوں کا لٹکانا (یعنی بالوں کا غیر معمولی لمبا ہونا) (مسند احمد)

(٦٣)......اس واقعہ کو اور محدثین نے بھی روایت کیا ہے، اور اس کی سند کو ضعیف بھی قرار دیا ہے۔[1]

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنوں سے اونچے کپڑے کو ہی پسند فرمایا ہے اور ٹخنوں سے نیچے کپڑے کو پسند نہیں فرمایا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ خواہ کبر وعُجب کی بناء پر نہ ہو، پھر بھی سنت

---

[1] عن أيمن بن خريم بن فاتك، عن أبيه، قال :قال النبي صلى الله عليه وسلم :نعم الفتى خريم لو قصر من شعره، ورفع من إزاره ، قال :فقال خريم :لا يجاوز شعرى أذني، ولا إزارى عقبى(المعجم الكبير للطبراني ، رقم الحديث ٤١٦١)

قال الهيثمي:رواه الطبراني في الثلاثة، ومداره على المسعودي، وقد اختلط، والراوي عنه لم أعرفه(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٥١٦)

عن خريم بن فاتك، رضي الله عنه أنه أتى النبي ﷺ، فقال :يا خريم بن فاتك، لولا خصلتين فيك لكنت أنت الرجل، فقال :ما هما بأبي أنت يا رسول الله؟ قال :وفير شعرك، وتسبيل إزارك فانطلق خريم فجز شعره وقصر إزاره (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٢٦٠٨)

قال الذهبي:إسناده مظلم.

اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کپڑے کو ٹخنوں سے اوپر رکھا جائے۔

(۲۴)......حضرت ابواسحاق سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ أُنَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتَزِرُوْنَ عَلٰى أَنْصَافِ سُوْقِهِمْ، فَذَكَرَ ابْنَ عُمَرَ، وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ، وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَالْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (المعجم الكبير للطبرانی،رقم الحديث ۳۷۵)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابۂ کرام کو دیکھا ہے، وہ ازار اپنی آدھی پنڈلیوں پر رکھتے تھے،اوراسحاق نے حضرت ابنِ عمر،حضرت زید بن ارقم،حضرت اسامہ بن زید اورحضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم (کواس طرح دیکھنے) کا (اس حوالہ سے) ذکر کیا(طبرانی)

معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول ٹخنوں سے اوپر کپڑا رکھنے کا تھا،ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا نہیں تھا، بلکہ اس کا اہتمام اتنا زیادہ تھا کہ اعلیٰ درجہ، جو کہ آدھی پنڈلی تک کپڑا رکھنے کا ہے،صحابہ کرام کا عموماً اسی پر عمل تھا۔

ملحوظ رہے کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑے کو لٹکانے کی ممانعت وکراہت بیان کرتے ہوئے احادیث میں کپڑا وازار لٹکانے اور گھسیٹنے کے الفاظ آئے ہیں،جس سے معلوم ہوا کہ ممانعت کا یہ حکم اس صورت میں ہے،جبکہ کپڑا اوپر سے نیچے کی طرف کو لٹکا ہوا ہو یا وہ اوپر سے لٹکا ہوا ہونے کی وجہ سے پاؤں کے نیچے یا زمین پر گھسٹ رہا ہو، جیسا کہ شلوار، پائجامہ،تہبند وغیرہ ہوتا ہے،اور موزہ یا جوتا وغیرہ کیونکہ اوپر سے نیچے کی طرف لٹکا ہوا نہیں ہوتا،اس لیے اُس میں یہ ممانعت نہیں۔

(عمدة القاری للعينی، ج ۲۱ ص ۲۹۵، كتاب اللباس،باب من جر إزاره من غير خيلاء ،دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين،ج۵ ص ۱۷۲، باب صفة طول القميص والكم والإزار،النهاية فی غريب الاثر،ج۲ ص ۳۳۹، باب السين مع الباء،طلبة الطلبة فی الاصطلاحات الفقهية،ج ۱ ص ۱۱۲، كتاب البيوع، مادة روح،معجم لغة الفقهاء لمحمد قلعجی،ج ۱ ص ۵۶، حرف الهمزة،الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳ص ۱۴۲ و ص ۱۴۳، مادة "اسباغ")

خلاصہ

مذکورہ احادیث وروایات میں سے بہت سی احادیث وروایات میں کِبر وعُجب اور اِتراہٹ کی بناء پر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے پر وعید اور ممانعت بیان کی گئی ہے۔

اور بہت سی احادیث وروایات میں بغیر اس قید کے وعید اور ممانعت بیان کی گئی ہے۔

Idara Ghufran

اور بعض احادیث میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا کرنے کو عُجب و کبر کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

اور متعدد احادیث وروایات میں کبر و عُجب کی تحقیق یا تفصیل بیان کئے بغیر کپڑے وازار کو ٹخنوں سے اوپر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس پر اہتمام وتاکید کے ساتھ عمل کرایا گیا ہے۔

اور اِتراہٹ اور کِبر کا حرام ہونا قرآن وسنت سے واضح ہے۔

اس لئے کِبر اور اِتراہٹ کی بناء پر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے حرام ہونے میں تو شبہ نہیں، اسی کو بعض اہلِ علم حضرات نے مکروہ تحریمی سے تعبیر فرمایا ہے۔

جہاں تک کِبر اور اِتراہٹ اور معقول عذر کے بغیر قصداً وعمداً ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا تعلق ہے، تو بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اسی کو بعض نے ''لا بأس بہ'' سے تعبیر فرمایا ہے اور بعض نے اوپر کرنے کو ''افضل ہونے'' سے تعبیر فرمایا ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک کبر وعجب کے بغیر بھی حرام یا مکروہ تحریمی ہے۔

اور احادیث وروایات کی رو سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ کبر وعجب اور فخر وتفاخر کے طور پر ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا حرام ہے، کیونکہ کبر وعجب اور فخر وتفاخر کی حرمت قرآن وسنت کے واضح دلائل سے ثابت ہے۔

اور کبر وعجب اور فخر وتفاخر کے بغیر بلا عذر قصداً وعمداً ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا بطورِ خاص اس کی عادت بنانا مکروہ تحریمی یا کم از کم سنت کے خلاف ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے قول وفعل سے اس کی تاکید واہتمام ثابت ہے، اور نصف پنڈلی تک مستحب ہے، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عام معمول نصف پنڈلی تک ازار رکھنے کا تھا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹخنوں سے اوپر اوپر کی جگہ کو بھی ''موضعِ ازار'' قرار دیا ہے، البتہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے سے منع فرمایا ہے۔ [1]

---

[1] اور سنت عمل کو اگر اتفاقاً ترک کیا جائے، خاص کر جبکہ کسی عذر کی وجہ سے ہو، تو اس میں گناہ لازم نہیں آتا، البتہ اس کی عادت بنائی جائے، تو گناہ لازم آتا ہے، بالخصوص جبکہ وہ سنتِ مؤکدہ ہو۔

ممکن ہے کہ امام شافعی نے اس کو جو خفیف بمعنیٰ مکروہ تنزیہی قرار دیا ہو، وہ سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے قرار دیا ہو، کیونکہ ان کے نزدیک سنت عمل کی خلاف ورزی مکروہ تنزیہی کہلاتی ہے، بالخصوص جبکہ وہ سنتِ غیر مؤکدہ ہو۔

ترک السنة قد لا یوجب الإثم، کما أن التثلیث سنة وترکه لا یوجب الإثم .قلت :وینبغی أن یقید بترکه أحیانا، أو بقدر ما ثبت عنه صلی الله علیه وسلم لا مطلقا .وهو الذی اختاره المحقق ابن أمیر حاج تلمیذ ابن الهمام رحمه الله تعالی وصرح بالإثم إذا اعتاد الترک(فیض الباری علی صحیح البخاری، ج ۱ ص ۲۱۷، کتاب الایمان، باب الزکاة من الاسلام)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراگر کبر وعُجب کے طور پر یہ عمل نہ کیا جائے، البتہ کسی معقول عذر کی بناء پر بقدرِ عذر یہ عمل کیا جائے، تو اس صورت میں گناہ اور کراہت لازم نہیں آئے گی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی طرف سے کپڑا ٹخنوں سے اوپر رکھنے کا اہتمام کرتا ہو اور پھر اتفاقاً کسی اہتمام کے بغیر بلا قصد نیچے ہوجائے اور اس وقت کبر وعُجب پیشِ نظر نہ ہو اور یاد آنے پر اوپر کرلے تو بھی گناہ و کراہت لازم نہیں آئے گی، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے ضمن میں گزرا اور مزید تفصیل و تحقیق اگلے باب کے ذیل میں آتی ہے۔ (جاری ہے............)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أما حكم المسألة فقال أصحابنا إذا زاد على الثلاث كره كراهة تنزيه ولا يحرم هكذا صرح به الأصحاب قال إمام الحرمين الغسلة الرابعة وإن كانت مكروهة فليست معصية قال ومعنى أساء ترك الأولى وتعدى حد السنة :وظلم أى وضع الشئى فى غير موضعه(المجموع شرح المهذب، ج ا ص ۴۳۹، باب السواک)

مقالات ومضامین　(جنت کے قرآنی مناظر:38)　مفتی محمد امجد حسین

سوئے جنت روانگی سے پہلے مومنین سے منافقین کی علیحدگی

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ . يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ. يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَى وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّى جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ .فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (سورہ حدید آیت ۱۲ تا ۱۵)

ترجمہ: یہ (قیامت کا دن) وہ دن ہوگا جب (اے مخاطب تُو) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا (فرشتے ان سے کہیں گے) آج تم کو بشارت ہو باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہو گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔ یہ وہ دن ہوگا جب منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو (ذرا ٹھہر جاؤ) کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حاصل کر لیں (ان سے) کہا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہیں روشنی تلاش کرو، پھر ان فریقین (مومن ومنافق) کے درمیان دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا کہ اس کی اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی جانب عذاب ہوگا۔ (منافقین) پکار کر (مومنین سے) کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، وہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم راستہ دیکھا کرتے تھے (انتظار میں رہتے تھے کہ کب ان اہل ایمان پر کوئی افتاد پڑتی ہے تاکہ ہم کھسک جائیں) اور تم کو تمہاری بے ہودہ تمناؤں نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تم کو بڑے دھوکے باز (

شیطان) نے اللہ کے متعلق دھوکے میں ڈالے رکھا، غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے، تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

حشر کی تاریکیوں میں نورِ ایمان عطا ہونا

حشر کا دن، ہزارہا سال طویل اور ہولناک دن، جزاوسزا کے بے شمار واقعات وحوادث پر مشتمل ہوگا اور محشر کا میدان مختلف قسم کے مواقع ومراحل کو شامل ہوگا، انہی میں سے ایک موقعہ ومرحلہ پل صراط پر چڑھنے اور گزرنے سے پہلے سخت ظلمتوں، اندھیاروں اور تاریکیوں میں لپٹا عالَم ہوگا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے گا، اس موقعہ پر انبیاء کی امتوں کو، ان لوگوں کو جو کسی نبی کی شریعت کے نام لیوا اور اس پر چلنے کے دعویدار تھے خواہ کھرے سچے، یا کھوٹے کچے ان کو ایک نور اور روشنی عطا ہوگی۔

یہ نور ہر مومن کو اس کے درجۂ ایمان اور اعمال کے بقدر عطا ہوگا، تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ بعضوں کا نور پہاڑوں کے برابر وسعت و پھیلاؤ اور نورانیت رکھتا ہوگا (بہت زیادہ وولٹیج اور ہارس پاور کی بجلی کے مثل) بعضوں کا اس سے کم، بعضوں کا اس سے کم، غرضیکہ جس درجے کا ایمان اور عملی ایمانی زندگی گزار کر مومن آیا ہوگا اسی درجے کی روشنی اور نور حشر کے مراحل سے گزرنے، پل صراط کو عبور کرنے کے لئے اسے عطا ہوگا۔ بعضوں کا ایمان اور ایمانی عملی حالت اتنی کمزور ہوگی کہ ان کا نور ان کے ناخن کے بقدر، اور بعض کا ان کے پاؤں کی جگہ تک ہوگا۔

منافقین کی روشنی سے محرومی

اوپر دوسری آیت میں منافقین کا اس دن روشنی سے محرومی کا ذکر ہے یہ منافقین اہل ایمان کے ساتھ رلے ملے ہوئے ہوں گے، جب اہل ایمان کو روشنی عطا ہوگی، ان کو بھی ابتداء میں روشنی میسر آجائے گی [1] بوجہ دنیوی زندگی میں اہل ایمان کے ساتھ رہنے بسنے، اسلامی معاشرے ہی کا ایک حصہ ہونے اور ظاہراً

---

[1] دوسری روایت اس باب میں مفسرین سے یہ بھی منقول ہے کہ ان کو روشنی الگ سے عطا نہیں ہوگی بلکہ اہل ایمان کی روشنی میں ہی ان کے پیچھے پیچھے چلیں گے، لیکن جلد ہی ان سے پیچھے رہ جائیں گے، کیونکہ مومنین کی ایمانی استعداد وقابلیت ان کو اس دن تیز سے تیز چلنے میں آگے سے آگے بڑھنے میں مدد دے گی جبکہ منافقین میں یہ استعداد سرے سے مفقود ہوگی، تب یہ اندھیاروں میں بھٹکنے لگیں گے تو اہل ایمان کو دہائیاں دیں گے کہ ہمیں ساتھ لے کر چلو، ہمارے لئے ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، کمافی معارف القرآن ادریسی ۷/۶۶۰ ذیل آیہ)

کئی اسلامی احکام واعمال پر عمل درآمد کرنے کے، لیکن جلد ہی ان کا نور زائل ہو جائے گا، اہل ایمان کو پیچھے سے پکاریں گے، کہ ذرا ٹھہر جاؤ، ہم بھی تمہارے ساتھ، تمہارے نور کی روشنی میں چلیں گے۔ اہل ایمان جواب دیں گے۔ [1]

کہ پیچھے کو پلٹو، پیچھے کہیں سے یہ نور ملے گا، ان کی مراد یہ ہوگی کہ یہ نور ایمان دنیوی زندگی میں ایمان و اعمال صالحہ کے کوائف پورے کر کے یہاں کے لئے ذخیرہ کرنا پڑتا ہے، دنیا سے پیشگی یہاں کے لئے بھیجنا پڑتا ہے، اس نور کا سرچشمہ اور پاور ہاؤس دارِ دنیا میں نصب ہے، جبکہ یہ عقل کے اندھے اپنی غباوت و حماقت سے سمجھیں گے کہ یہیں کہیں پیچھے سے ملتا ہے (جس طرح کہ اہل ایمان کو پیچھے ملا) تو یہ پیچھے پلٹیں گے۔

ان کے پیچھے پلٹتے ہی ایک آڑ اور دیوار اہل ایمان اور ان اہل نفاق کے درمیان بہت بڑی حائل کر دی جائے گی اور یہ اندھیروں اور عذابوں میں گھِر جائیں گے۔ (اس دیوار کا ذکر ہم نے اس مضمون میں پیچھے سورہ اعراف کے تحت اصحاب الاعراف کے تذکرہ میں آیت **ونادیٰ اصحٰب الاعراف رجا لا یعرفونھم** کے تحت بھی کیا تھا، وہاں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)

اس دیوار کے اندرونی جانب اہل ایمان ہوں گے، رحمت ہوگی، رحمتوں کے مستحق لوگ ہوں گے، ان کے لئے جنت کے انعامات وثمرات اور باغ و بہار مناظر ہوں گے، اور بیرونی جانب اہل نفاق، عذاب وسزا کے مستحق لوگ ہوں گے اور جہنم کے احوال وعذابات قدم قدم پر ان کو درپیش ہوں گے۔

آگے سورہ تحریم کی آیت نمبر 8 میں بھی اہل ایمان کے لئے اس نور کا ذکر ہے، وہاں یہ بھی ہے کہ اہل ایمان دعا کریں گے کہ اے رب! ہمارا نور بجھ نہ جائے اس کو آخر تک ہمارے لئے تام ومکمل اور قائم دائم رکھیو اور ہماری مغفرت فرمائیو، **یسعیٰ نورھم بین ایدیھم وبایمانھم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا** (التحریم ۸)

---

[1] مذکورہ آیت میں اس موقعہ پر **قیل ارجعوا ورائکم** کے کلمات ہیں یعنی ان کو کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹو (وہاں سے روشنی حاصل کرو) قیل کا معنیٰ ہے کہ کہا جائے گا، کہنے والا کون ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کی دو آراء ہیں، بعض کے بقول یہ کہنے والے فرشتے ہوں گے، (قالہ قتادہ تقول لہم الملئکہ، معالم ج ۵ تحت آیت)

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ کہنے والے خود اہل ایمان ہوں گے، تفسیر معالم التنزیل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی رائے نقل کی گئی ہے، قال ابن عباس یقول لہم المؤمنون۔

مفسرین روایات کی روشنی میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ جب اہل نفاق کا نور زائل ہوجائے گا،تو اہل ایمان ڈریں گے اپنے نور کے بارے میں فکرمند ہوں گے کہ کہیں ہمارا نور بھی بجھ نہ جائے ہم بھی اندھیاروں میں،آج کے دن کی سختیوں میں بھٹک نہ جائیں۔

اس موقعہ پر یہ دعا کریں گے، ربنا اتمم لنا نورنا۔ [1]

منافقین کون؟

قرآن مجید میں منافقین کا ذکر ان کے احوال وصفات، ان کا طرزِ عمل، ان کی نفسیات، سوءِ مزاج، ان کی باطنی بیماری اور علت کا ذکر موقعہ بہ موقعہ بڑی کثرت، شدت، صراحت، وضاحت کے ساتھ آیا ہے، قرآن مجید میں پوری سوری منافقین اس طبقہ کے متعلق موجود ہے، سورہ برأۃ میں سورہ بقرہ میں، سورہ احزاب میں ،سورہ فتح میں، سورہ نساء وغیرہ میں ان کا تذکرہ کہیں اجمالاً، کہیں تفصیلاً مذکور ہے۔

دورِ نبوت کے مدنی معاشرے میں منافقین کا کردار، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے ساتھ ان کا برتاؤ، اسلامی تاریخ میں، کتب سیرت میں اپنی تمام تفصیلات وجزئیات کے ساتھ محفوظ ہے۔

یہ اپنے باطن میں، اپنے دل میں ایمان ویقین سے محروم طبقہ ہے، ایمان واسلام کے سمندر کے کنارے کھڑا رہ کر بلکہ اندر اتر کر بھی پیاسے کا پیاسا رہنے والا بدبخت انسانی گروہ ہے جو اندر سے ایمانیات، اللہ ورسول کے احکام وتعلیمات کا منکر ومخالف ہوتا ہے، یا ایمانیات کے، اسلامی تعلیمات کے کسی ایک یا زیادہ حصوں میں شک وشبے میں مبتلا ہوتا ہے،لیکن مسلمان معاشرے کا حصہ ہونے ،مسلمانوں میں سے ہی کسی کا باپ، کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا، کسی کا شوہر، کسی کا کیا کسی کا کیا، ہونے کی وجہ سے اسلامی سوسائٹی کا جزء ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے گھروں ، محلوں، شہروں، آبادیوں اور علاقوں میں رہتے بستے ہیں، اسلامی سوسائٹی سے اجتماعی وانفرادی زندگی میں حاصل ہونے والے تمام مراعات، فوائد وثمرات سے مستفید ہوتے ہیں لیکن اتنی اخلاقی جرأت نہیں رکھتے کہ اپنے باطنی کفریہ نظریات، مخالف اسلام اعتقادات، اسلام دشمنی اور قرآن وسنت سے بغاوت پر مبنی خیالات وفلسفوں کو کھلم کھلا سامنے لاکر اسلام سے لاتعلقی کا اظہار کریں۔اس طرح اسلامی سوسائٹی سے حاصل ہونے والے منافع ،شہری، ملی وقومی حقوق سے محرومی، سوشل

---

[1] قال الضحاک لیس احد الا یعطی نوراً یوم القیٰمة فاذا انتهوا الی الصراط طفئی نور المنافقین، فلما رای المومنون اشفقوا ان یطفأ نورهم کما طفی نور المنافقین فقالوا ربنا اتمم لنا نورنا (ابن کثیر ذیل آیت ۴/۳۹۳حقانیه)

بائیکاٹ، قطع تعلقی، یا علاقہ بدر ہونے، اچھوت بن کر زندگی گزارنے کا ان کو خطرہ وخدشہ رہتا ہے اس لئے آستین کے سانپ بن کر اسی معاشرے کے ساتھ رہتے بستے ہیں اور موقعہ ملنے پر ڈسنے اور چھپ کر وار کرنے میں کوئی عار وادھار نہیں رکھتے، اسلامی معاشرے کی معاشرتی وایمانی بندھنیں ڈھیلی پڑ جائیں، بددینی، بے راہ روی، لبرل وآزادانہ سوچ اگر مسلمانوں کے معاشرے میں پھیل جائے، جس کے یہ شدت سے متمنی اور اس کے لئے دامے درمے سخنے کوشاں رہتے ہیں، تب یہ کھل کر سامنے آنے میں باک نہیں رکھتے اور کھل کھیلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے (کمافی زماننا)۔

قرآن وسنت پر اعتراضات، اہل دین کا، حاملین قرآن وسنت کا تمسخر وتحقیر کرنا، پروپیگنڈہ کرنا، اسلام کی مخالف اقوام کے قریب ہوکر، ان کو اپنے قریب کرکے، ان سے مادی ودنیوی مفادات پر سمجھوتہ کرکے، ان کی زبان، اپنے منہ میں ڈال کر، ان کی سوچ وتھیوریوں اور نظریات سے اپنے دل ودماغ کو سجا کر روشن خیالی، تجدد ولبرل ازم کے نام پر مسلمانوں کے معاشرے میں آکر سامری کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اپنی ڈفلی الگ بجاتے ہیں۔ اور اگر گرفت کا، حالات کی ناسازگاری کا، مسلم معاشرے کے ردعمل کا، مسلم معاشرے سے حاصل ہونے والے مفادات کو نقصان پہنچنے کا خدشہ لاحق ہو جائے تو ہوا کی طرح فوراً رخ بدلتے، گرگٹ سے زیادہ تیزی کے ساتھ رنگ بدل کر وہی بولی بولنے لگتے ہیں جو ایک صحیح العقیدہ، نیک عمل مسلمان بولتا ہے، کسی حرام توپی پر مواخذہ ہو تو سو تاویلیں، عذر، جھوٹ اور غلط بیانی کرکے اپنے آپ کو پاک صاف بتانا جتانا، باور کرانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، اس فن کاری میں ان اہل نفاق کو عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو مدنی عہد میں جو مہارت حاصل تھی۔ اکیسویں صدی کے دجالی عہد میں بھی وہی مہارت تامہ اور ید طولیٰ فن نفاق کے جملہ مظاہر میں ان کو حاصل ہے مع بہت کچھ اضافات کے، اپنے گردوپیش میں، گھروں، محلوں میں، گلی کے نکڑ اور دوکانوں کے تھڑوں پر۔ بازاروں کے جمگھٹوں میں، کچہریوں، تھانوں، ایوانوں اور تجارتی پلازوں کی فرعونی وقارونی مسندوں پر، الیکٹرانک میڈیا کے چکا چوند کیمروں کے سامنے اور پرائیویٹ چینلوں کے ٹاک شوز کے ٹیبلوں کے ارداگرد یہ طبقہ آج اس کثرت سے موجود ہے کہ برسات میں برساتی مینڈکوں کی بہتات، ٹڈیوں اور لال بیگوں کے دَل بادَل اور ڈینگی کے عہد میں مچھروں کی فراوانی، ان کی کثرت، وسعت، زور وزر اور شور وشر کے سامنے کیا بیچتے ہیں؟ علامہ اقبال نے شائد اسی تناظر میں کہا تھا: ؎

کسی بتکدے میں کہوں تو کہے صنم بھی ہری ہری
شکوہ حرم کو جو اہل حرم سے ہے

اسلام کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ، یہ نام کے مسلمان جو عملی زندگی میں من موجی ہیں، بے دینی و بد دینی جن کے خمیر میں گندھی ہے، دین کے مظاہر و شعائر اور اہل دین کا تمسخر اڑانے میں جو کسی بھی کامل فن مسخرے سے چار ہاتھ آگے رہ کر ہی اپنے باطنی روگ اور دل کی نفاق والی بیماری میں شفا اور تسکین محسوس کرتے ہیں، نفسانیت، مادیت اور خواہشات وشہوات کے بے لگام گھوڑے بلکہ گدھے پر بیٹھ کر، اقوام فرنگ جن پر داؤد نبی اور عیسیٰ پیغمبر کی زبان سے نسل در نسل لعنت و پھٹکار برسنے کی خبر قرآن چودہ سو سال پہلے دے چکا ہے۔ جن کی حیوانی وشہوانی، بے مہار زندگی آج ببانگ دہل اس لعنت پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔ ان اقوامِ مغرب کی اتباع اور اندھی بہری تقلید جن لبرل و روشن خیال لیکن تاریک ضمیروں کا ایمان ہے۔ دبئ کے میقات سے شہوات وخواہشات اور کفر پرستی والحاد کا احرام باندھ کر لندن، واشنگٹن، برلن و کریملن کو قبلۂ حاجات بنانا اور اس کا سرپٹ طواف کرنا جن کا نمونہ بندگی اور طرز زندگی ہے۔

ان کو ضرور اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ مدنی معاشرے کے مٹھی بھر منافقین کو قرآن نے اتنا زیادہ نمایاں و اجاگر (highlite) کیوں کیا ہے؟ پورے قرآن میں ان کی نفسیات، کیفیات، نظریات واعتقادات، صفات، مزاج، اخلاقیات، طرز عمل، طرز زندگی، برتاؤ، معاشرت، کو الم نشرح کیا ہے، حتیٰ کہ محشر میں ان کی بیچارگی اور خرد ماغی کی بھی مکافات عمل کی صورت میں قرآن نے منظر کشی کی ہے، ہاں قرآن تو ایک آئینہ ہے، اس میں جن طبقات کا طبقات کی حیثیت سے اور جن اشخاص کا شخصی حیثیت سے تذکرہ ہے، شاید وہ انسانی فطرت کے اصولوں کے تحت ہے کہ قیامت تک انسانی شاکلہ، طبیعت وفطرت جن اصولوں پر برقرار رہے گی، قرآن ایک خاص دور کے طبقات وافراد کے ضمن میں اسی فطرت کو کھولنا چاہتا ہے، لہٰذا ہر دور کا انسان قرآنی طبقات کے آئینے میں اپنے خدوخال دیکھ لے کہ وہ کسی کیٹیگری میں، کس طبقے میں شامل ہے؟

حسن بصری سے پوچھا گیا کہ آج بھی منافقین پائے جاتے ہیں؟ تو وہ جلال میں آگئے، فرمایا کہ پائے جانے کا پوچھتے ہو؟، ان کی کثرت کا تو آج یہ حال ہے کہ ان کی اگر دُمیں اُگ آئیں تو کوفہ بصرہ کے سارے راستے ان کی دُموں سے بھر جائیں۔ (جاری ہے......)

مقالات ومضامین (بسلسلہ دفاعِ پاکستان قسط: 15) مفتی محمد امجد حسین

اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے

اگر اس طرز فکر کی سچائی ایک مرتبہ دل میں بیٹھ جائے تو کچھ تجاویز ہیں جن پر عمل کر کے ہم موجودہ بحران سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

(۱)...... "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کے نام پر ہم نے جس طرح آنکھ بند کر کے امریکہ کی حکمت عملی اختیار کی ہے اس کے بارے میں اس حقیقت کا دل سے اعتراف کیا جائے کہ وہ قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔

(۲)...... شمالی علاقہ جات اور بلوچستان میں فوجی آپریشن فوری طور پر بند کر کے وہاں کی شورش کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور شورش کے رہنماؤں سے اس پر کھلے دل کے ساتھ مذاکرات کیے جائیں، اور ان کے جائز مطالبات کو وہ اہمیت دی جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

(۳)...... اس حقیقت کا ادراک کیا جائے کہ اصل میں طالبان دہشت گرد نہیں ہیں، اور نہ ان میں سب لوگ انتہا پسند جذباتی ہیں، ان میں ایسے عناصر موجود ہیں جن سے معقولیت کے ساتھ بات چیت ہو سکتی ہے۔

(۴)...... شمالی علاقہ جات اور آزاد قبائل کے معتدل علماء اور خوانین خونریزی کے حق میں نہیں ہیں، لیکن ان کی بات مشتعل عناصر میں اس لئے مؤثر نہیں ہو رہی کہ حکومت کی طرف سے مسلسل خلاف اسلام پالیسیاں جاری رہی ہیں اور اُن کی موجودگی میں ان معتدل علماء اور خوانین کی طرف سے عدم تشدد کی اپیلیں بے اثر ہیں، کیونکہ تشدد رکوانے کے لئے ان کے ہاتھ میں کوئی ایسی مثبت بات نہیں ہے جو وہ ان مشتعل عناصر کے سامنے پیش کر کے سرخ رو ہو سکیں۔ اگر حکومت لوگوں کے دلوں میں یہ اعتماد پیدا کر سکے کہ اب وہ اپنی پالیسیاں مرتب کرتے وقت واشنگٹن کی چشم و ابرو کا اشارہ دیکھنے کے بجائے ملک وملت کے مفاد پر نظر رکھے گی، اپنے ہم وطنوں کے خلاف فوجی کارروائیاں بند کریگی اور اپنی خلافِ اسلام پالیسیوں کو ختم کر دے گی، اور اس غرض کے لیے عملی اقدامات کر کے بھی دکھائے جائیں اور انہیں موثر طور پر جاری رکھا جائے تو یہ معتدل عناصر جذباتی عناصر کی ایک بڑی تعداد کو شورش سے باز رکھ سکتے ہیں۔

(۵)...... اس حقیقی کوشش کے باوجود اگر کچھ لوگ شورش پر آمادہ رہیں تو اولاً ان کی آواز اتنی مؤثر نہیں رہے گی اور دوسرے معتدل حلقوں کی طرف سے ان کے خلاف کھل کر اعلانِ برأت ممکن ہوگا، اور عام

تائید کے فقدان کے بعد یہ شورش خود بخود دب جائے گی۔

(۶)...... بلوچستان کے لوگوں کے کچھ حقیقی مسائل اور مطالبات ہیں جو بڑی حد تک انصاف پر مبنی ہیں، ان مطالبات کو ملک دشمنی سے تعبیر کر کے ان کے خلاف فوجی آپریشن کسی بھی طرح دانشمندی نہیں ہے، وہاں کے رہنماؤں سے ایک مرتبہ پھر سنجیدہ اور بامعنی مذاکرات کا سلسلہ شروع کر کے وہاں کی شورش پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے۔

(۷)...... پچھلے چند روز میں صدر مملکت کی طرف سے امریکہ کے بارے میں پہلی بار کچھ ایسے جرأت مندانہ بیانات آئے ہیں جو قومی غیرت کے عین مطابق ہیں اور ان سے عوام کے دلوں کو کچھ حوصلہ ملا ہے۔ ان بیانات کو صرف لفظی بیانات کی حد تک محدود رکھنے کے بجائے ان کو آئندہ اپنی عملی پالیسی کی بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔

ابھی وقت ہے کہ ان خطوط پر نیک نیتی سے کام شروع کر کے ملک وملت کو اس گرداب سے نکالا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے قومی اتفاق رائے بھی نہایت ضروری ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ان نازک حالات میں حکومت، سیاست دان اور فکری رہنما اپنی ذات سے بلند ہو کر ملک وملت کی سالمیت کے لئے بنیادی نکات پر متفق ہوں، اور اس مقصد کے لیے یک جان ہو کر کام کریں۔ اس اتفاق رائے کو حاصل کرنے کے لئے صدر مملکت کو پہل کرنی ہوگی، ان پر یہ فریضہ سب سے زیادہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات سے بلند ہو کر تمام طبقۂ خیال کے لوگوں کو جمع کریں، اور اگر اختلافات کو ختم کرنے کیلئے موجودہ سیاسی ڈھانچے میں جوہری تبدیلیاں کرنی پڑیں، انتخابات کو قابلِ اطمینان بنانے کے لیے سیاسی رہنماؤں کے جائز مطالبات کو تسلیم کرنا پڑے، خواہ وہ صدر صاحب کی پہلے اعلان شدہ پالیسی کے خلاف ہوں، تو ملک و ملت کی سالمیت اور ملک میں سیاسی استحکام کی خاطر ان کو گوارا کریں۔ سیاسی رہنماؤں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس موقع پر ملک کو بچانے کے لئے سیاسی عداوتوں کو فراموش کر کے کم سے کم نکات پر متفق ہوں جو ملک کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔

موجودہ تہہ در تہہ بحرانوں کے حل کے لیے ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ عدلیہ کو فعال کیا جائے، عدلیہ پر عوام کا اعتماد بحال کیا جائے تاکہ لوگ سڑکوں پر انصاف کے حصول کی کوشش کے بجائے عدلیہ میں فریاد رسی کر کے حقیقی انصاف حاصل کرسکیں۔ ہماری یہ بھی رائے ہے کہ جملہ ماورائے آئین

اقدامات کومنسوخ کیا جائے، ان مقاصد کے حصول کے لیے اگر صدر پرویز مشرف کوملک وملت کی خاطر مستعفی ہوناپڑے تواس سے گریز نہ کریں، یہ ایک باوقار طریقہ ہوگا جس کااس منصب کےشایان شان راستہ یہ ہے کہ وہ آئین کے مطابق صدارت کا منصب سینٹ کے چیئرمین کے حوالے کریں اور وہ تمام سیاسی جماعتوں کواعتماد میں لے کرمعینہ تاریخ کوشفاف انتخابات کراکراقتدار منتخب نمائندوں کے حوالے کردیں۔
ہماراتعلق نہ کسی سیاسی جماعت سے ہےاورنہ ہماراکوئی سیاسی ایجنڈا ہےاس لئے یہ تجویز کسی مخاصمت یا کسی ذاتی یاگروہی سیاسی مقصد پرمبنی نہیں ہے، بلکہ ملک وملت اورخودصدر پرویز مشرف صاحب کی خیرخواہی پر مبنی ہے، انہوں نے آئین سے ماوراجن اقدامات کے ذریعے صدارت کا عہدہ حاصل کیا ہے، وہ کبھی ملک میں دیرپا استحکام پیدانہیں کرسکتے، ان کی وجہ سے انہیں جلد یا بدیر عہدہ چھوڑنا ہوگا لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی اس کے برعکس اگر وہ رضا کارانہ طور پر ملک وملت کی خاطر یہ اقدام کریں تو ایک طرف اُن کا وقار بلند کرنے کا ذریعہ بنے گا، دوسری طرف ملک موجودہ سیاسی بحران سے نکل کر پٹری پر آ جائے گااورامید یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں شورش زدہ علاقوں میں بھی فوری بہتری آئے گی۔

شرکاءمجلس

اکابرعلماءجن کے دستخطوں کے ساتھ یہ تجاویزوسفارشات ذرائع ابلاغ کوجاری ہوئیں۔

(۱)حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، دامت برکاتہم، مہتمم جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی، ورئیس وفاق المدارس العربیہ، پاکستان۔

(۲)حضرت مولانامفتی محمدرفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم،صدرجامعہ دارالعلوم کراچی

(۳)حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب دامت برکاتہم، مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(۴)حضرت مولانامفتی محمدتقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم،نائب صدرجامعہ دارالعلوم کراچی

(۵)حضرت مولاناقاری حنیف جالندھری صاحب دامت برکاتہم،مہتمم جامعہ خیرالمدارس ملتان

(۶)حضرت مولاناڈاکٹرشیرعلی شاہ صاحب دامت برکاتہم،شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۷)حضرت مولانامحمدسلفی صاحب دامت برکاتہم،نائب مہتمم جامعہ ستاریہ

(۸)حضرت مولاناانوارالحق صاحب،نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۹) حضرت مولانا محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم، نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

(۱۰) حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب، نائب مفتی جامعہ دار العلوم کراچی

(۱۱) حضرت مولانا مفتی سید عبد القدوس ترمذی صاحب، مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا

(۱۲) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، جامعہ دار العلوم کراچی

(۱۳) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۴) حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی صاحب، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۵) حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۶) حضرت مولانا قاری ارشد عبید صاحب، ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۷) حضرت مولانا محمد اکرم کاشمیری صاحب، رجسٹرار جامعہ اشرفیہ لاہور

(۱۸) حضرت مولانا غلام الرحمٰن صاحب، چیئرمین نفاذ شریعت کونسل، صوبہ سرحد

(۱۹) حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان

(۲۰) حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

(ماہنامہ ''الشریعہ'' فروری 2008ء، گوجرانوالہ، پاکستان)

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ شوال: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ شوال ۶۵۱ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن مکی طرابلسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص ۲۷۹)

□......ماہِ شوال ۶۵۲ھ: میں حضرت ابوالغیث ناصح الدین فرج بن عبداللہ حبشی قرطبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص ۲۹۱)

□......ماہِ شوال ۶۵۳ھ: میں ابوالفضائل شرف الدین حبشی مستنصری کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص ۳۷۰)

□......ماہِ شوال ۶۵۶ھ: میں حضرت ابوالفضل عبدالعزیز بن عبدالوہاب بن بیان بن سالم بن خضر دمشقی رامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص ۳۲۴)

□......ماہِ شوال ۶۵۹ھ: میں حضرت ابوحامد عبدالملک بن عیسیٰ بن درباس مارانی مصری شافعی ضریر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج۲۳ ص ۳۵۳)

□......ماہِ شوال ۶۷۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن علی بن محمد بن حمویہ جوینی خراسانی دمشقی کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۳۲۲)

□......ماہِ شوال ۶۷۸ھ: میں حضرت ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حرب قرشی زبیری حلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۳۲۲)

□......ماہِ شوال ۶۹۰ھ: میں حضرت شمس الدین ابومحمد عبدالواسع بن عبدالکافی بن عبدالواسع ابہری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۴۲۷)

□......ماہِ شوال ۶۹۴ھ: میں حضرت ابوعلی سونج بن محمد بن سونج بن عمر بن ابراہیم ترکمانی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۲۷۷)

□......ماہِ شوال ۶۹۱ھ: میں حضرت شیخ عبداللہ بن محمد بن ابی بکر طبری مکی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۳۳۵)

Idara Ghufran

□……ماہِ شوال ۶۹۵ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبدالحلیم بن عمر اوسی انصاری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۳۶۲)

□……ماہِ شوال ۶۹۵ھ: میں حضرت ابوالفتوح نصر اللہ بن محمد بن عیاش بن حامد بن خلف صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۳۵۳)

□……ماہِ شوال ۶۹۶ھ: میں احمد بن ابراہیم بن عبدالضیف بن مصعب دمشقی کی وفات ہوئی۔ (معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۳۰)

□……ماہِ شوال ۶۹۷ھ: میں حضرت عتیق بن عبدالجبار بن عتیق انصاری صقلی اسکندرانی دمشقی کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۴۳۱)

□……ماہِ شوال ۶۹۸ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن بقاء بغدادی دمشقی صالحی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۴۸)

□……ماہِ شوال ۶۹۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبدالغنی قرشی دمشقی کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۱۳۹)

□……ماہِ شوال ۶۹۹ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن یوسف بن ابی یداس اندلسی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۳۰۷)

□……ماہِ شوال ۶۹۹ھ: میں حضرت جمال الدین ابوحفص عمر بن ابراہیم بن حسین بن سلامہ رسعنی عقیمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۲ ص ۶۸)

□……ماہِ شوال ۶۹۹ھ: میں حضرت ابوجابر ایوب بن ابی بکر بن ابراہیم بن عبداللہ بن طارق حلبی حنفی کی وفات ہوئی(معجم الشیوخ الکبیر للذهبی، ج ۱ ص ۱۸۵)

Idara Ghufran

علم کے مینار — امام مالک رحمہ اللہ (قسط9) — مولانا غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام مالک رحمہ اللہ کے حکیمانہ اقوال

اللہ کے نیک اور برگزیدہ لوگوں کے اقوال ان کی تجرباتی زندگی کے آئینہ دار اور دوسروں کے لئے رہنما ہوتے ہیں، ان لوگوں کی بظاہر معمولی سی باتیں بڑے کام کی ہوتی ہیں، اور ان پر عمل کر کے اپنی زندگی کو بآسانی سنوارا جاسکتا ہے، اسی وجہ سے ان اقوال کو ''سنہری الفاظ'' (Golden Words) بھی کہا جاتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے متعلق ایسے حکیمانہ اقوال آپ کی اپنی کتابوں کے علاوہ دیگر دوسری کتب میں بھی کثرت سے ملتے ہیں، جن میں سے چند ایک یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ علم کی کئی اقسام کے متعلق آپ کا ایک مشہور قول یہ ہے کہ:

(۱)...... اہلِ علم کی کئی قسمیں ہیں: ایک وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اور ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ''إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ''

''اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں'' (الفاطر،۲۸)

(یعنی ایسے عالم کے لئے اس کا علم فائدہ مند اور باعث اجر وثواب ہے) اور دوسرا وہ عالم شخص جو علم تو حاصل کرے، مگر دوسروں کو یہ علم نہ سکھائے (یعنی دوسروں کو اس کے علم سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو) اور ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ کا (یہ) فرمان ہے کہ:

''إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتَابِ أُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُوْنَ''

''بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں ہماری نازل کردہ (روشن) تعلیمات کو، اور (واضح) ہدایت کو، اس کے بعد کہ ہم نے انہیں کھول کر بیان کر دیا لوگوں کے لئے اپنی کتاب میں، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر لعنت کرتا ہے اللہ، اور لعنت کرتے ہیں لعنت کرنے والے'' (البقرہ،۱۵۹)

(یعنی اس شخص کے حق میں اس کا علم باعثِ وبال ہے) اور تیسرا وہ عالم شخص ہے، جو علم حاصل

Idara Ghufran

کر کے دوسروں کو تو سکھائے، مگر خود اس پر عمل نہ کرے، اور ایسے شخص کے متعلق اللہ کا یہ فرمان ہے کہ: "اِنۡ ھُمۡ اِلَّا کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا"

''یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں'' (الفرقان،۴۴)

(۲)...... اہلِ باطل سے سے قربت ہلاکت کا ذریعہ ہے، اور باطل بات حق سے دوری کا سبب ہے (۳)...... معاصی (یعنی گناہوں کی ابتداء) تکبر، حسد اور کنجوسی سے ہوتی ہے۔

(۴)...... اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے، اور اس کی کیفیت مجہول (یعنی سمجھ میں آنے والی نہیں ہے، اور اس کے بارے میں بات کرنا بدعت ہے، اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۵)...... تم علم سے پہلے حِلم حاصل کرو۔

(۶)...... جو شخص اپنی باتوں میں سچائی اختیار کرے گا، تو وہ آخر وقت تک اپنی عقل سے فائدہ اٹھاتا رہے گا، اور دوسرے لوگوں کی طرح اُسے بڑھاپے میں نسیان اور عقل کے بگڑنے سے نجات حاصل ہوگی۔

(۷)...... اللہ کا ادب قرآن میں ہے، اور رسول کا ادب سنت (اور حدیث) میں ہے، اور صالحین کا ادب فقہ میں ہے۔

(۸)...... آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنی زبان پر قابو حاصل نہ کرلے (۹)...... تواضع اور تقویٰ دین میں ہے، نہ کہ لباس میں۔

(۱۰)...... علم ایک نور ہے، جو صرف متقی اور عاجز شخص کو ہی حاصل ہوتا ہے۔

(۱۱)...... آپ کسی ایسی چیز کے بارے میں مت سوال کرو کہ جس کی آپ کو ضرورت نہ ہو، اس سے آپ اپنے مقصد سے بھٹک جاؤ گے۔

(۱۲)...... جب تم اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا علم حاصل کرو، تو اس علم کا اثر اور فائدہ تم پر نظر آنا چاہئے (۱۳)...... طالبِ علم کے لئے ضروری ہے کہ اس میں عزت و وقار، سنجیدگی اور خوفِ الٰہی ہو، اور وہ اپنے سلف صالحین کے طریقہ پر چلنے والا ہو، اور اہلِ علم حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو کثرتِ مزاح سے بچائیں۔

(۱۴)...... آدمی تب تک فلاح نہیں پا سکتا، جب تک کہ وہ فضول اور لایعنی چیزوں کو نہ

چھوڑ دے، اور اگر وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے گا، تو قریب ہے کہ اللہ اس کا دل نور سے منور فرمادے گا(۱۵)......تم نیک اعمال کرو، اور پاکیزہ وحلال رزق رکھاؤ۔

(۱۶)...... جو شخص عالم ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ (کسی بات پر) ہنسنے کے بجائے صرف مسکرانے پر اکتفاء کرے(۱۷)......تم تقویٰ اختیار کرو، اور علم حاصل کرو اس شخص سے، جو اس کا اہل ہو(۱۸)...... اللہ سے ڈرو، اور اس علم کو پھیلاؤ اور دوسروں کو سکھاؤ، اور اسے چھپانے سے پرہیز کرو(۱۹)...... جو شخص حلال کمائے، اور لمبی امیدیں باندھنے سے بچے، تو گویا کہ اسے میں دنیا میں ہی ''زُہد'' کی نعمت حاصل ہوگئی(۲۰)...... اگر تمہیں ڈر ہے کہ لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے، تو انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو، اور ان کے بُرے اعمال کو دل میں بُرا جانو۔ اور جن سے تمہیں کوئی خطرہ نہ ہو، تو انہیں نیکی کا حکم دو، اور برائی سے روکو، اور اسے اللہ کا حکم سمجھ پر اس پر عمل کرو، اس طرح تمہیں خیر ہی خیر حاصل ہوگی، اور بات کرنے میں نرمی اختیار کرو۔ لے (جاری ہے......)

لے (۱) الناس فی العلم اربعة :رجل علم فعمل به فمثله فی کتاب الله قوله :إنما یخشی الله من عباده العلماء .ورجل علم به ولم یلمه فمثله فی کتاب الله :الذین یکتمون ما أنزلنا من البینات والهدی.....الآیة.ورجل علم علما وعلم ولم یعمل به فمثله فی کتاب الله :إن هم إلا کالأنام. (۲) التقرب من أهل الباطل هلکة .القوٰل الباطل یصد عن الحق. (۳) قال ابن عبد الحکم وابن وهب سمعت مالکاً یقول أول المعاصی الکبر والحسد والشح. (۴) الاستواء منه معلوم، والکیف منه غیر معقول، والسؤال عن هذا بدعة والإیمان به واجب. (۵) تعلموا الحلم قبل العلم. (۶) من صدق فی حدیثه متع بعقله ولم یصبه ما یصیب الناس من الهرم والخرف. (۷) وقال أدب الله القرآن وأدب رسوله السنة وأدب الصالحین الفقه. (۸) وقال لا یستکمل الرجل الإیمان حتی یحرز لسانه. (۹) وقال التواضع فی التقی والدین ولیس فی اللباس. (۱۰) وقال العلم نور لا یأنس إلا بقلب تقی خاشع. (۱۱) لا تسأل عما لا ترید فتنسی ما ترید. (۱۲) إذا تعلمتم علماً من طاعة الله فلیر علیک أثره، ولیر فیک سمته. (۱۳) حقاً علی من طلب العلم أن یکون فیه وقار وسکینة وخشیة، وأن یکون متبعاً لآثار من مضی، وینبغی لأهل العلم أن یخوا أنفسهم من المزاح. (۱۴) لا یصلح الرجل حتی یترک ما لا یعنیه، فإذا کان کذلک أوشک أن یفتح الله فی قلبه. (۱۵) أوصیک أن تعمل صالحاً وتأکل طیباً. (۱۶) وقال من آداب العالم أن لا یضحک إلا تبسماً. (۱۷) علیک بتقوی الله وطلب العلم عند أهله. (۱۸) اتقوا الله وانشروا هذا العلم وعلموه ولا تکتموه. (۱۹) الزهد فی الدنیا طیب المکسب وقصر الأمل. (۲۰) إن خفت وظنت أنهم لا یطیعونک فدع، وأنکر بقلبک، ولک فی ذلک سعة .ومن لم تخش منه فأمره وانهه وخاصة إذا أردت به الله تبارک وتعالی، فإذا کنت کذلک لم تر إلا خیرا وبخاصة إذا کان فیک شیء من لین (ترتیب المدارک، ج۲، ص ۶۰ الی ۶۹، ایضاً فی ''تذکرة الحفاظ'' للذهبی)

تذکرۂ اولیاء حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ (قسط18) مولانا محمد ناصر

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عہدِ صدیقی کی فتوحات اورخلیفۂ ثانی کی تعیین

حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کے انتہائی مختصر زمانۂ خلافت میں عرب کے اندر، اور عرب سے باہرعراق اور شام میں جو بڑی بڑی فوحات ہوئیں، پڑھنے والے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان فتوحات کی وجوہات کیا تھیں، جن کے ذریعہ سے یہ کامیابیاں حاصل ہوئیں۔

ایرانی اور رومی یہ دونوں اس وقت کی بہت عظیم الشان طاقتیں اورترقی یافتہ حکومتیں تھیں، مال ودولت، فوج وسپاہ، جاہ حشم، ان چیزوں کے اعتبار سے مسلمانوں کوان دونوں حکومتوں کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں تھی۔

شام کے معرکہ میں مسلمان افواج کی کل تعداد چھیالیس ہزارتھی، اوراس کے مقابلہ میں کم وبیش دولاکھ انسانوں کا پہاڑ تھا، جوان کے سامنے کھڑا تھا، پھرآلاتِ حرب کے اعتبار سے دونوں میں یہ فرق تھا کہ ایک ایک ایرانی اوررومی فوجی خود، زرہ، بکتر، آہنی دستانے، موزے، سپر، خنجر، تیر، کمند، وغیرہ سے آراستہ ہوتا تھا، اوراس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس زرہ تھی تو وہ بھی چمڑے کی، رکاب لوہے کے بجائے لکڑی کے ہوتے تھے، آلاتِ حرب میں عرب، تلوار، نیزہ اور چھوٹے چھوٹے خنجر کے علاوہ کسی اور چیز کو جانتے تک نہیں تھے، گھوڑے ایسے کہ ان میں سے بعض بغیرزین کے تھے۔

پس جب ان حکومتوں کے جاہ وجلال، تہذیب وتمدن، نظم وترتیب اورترقی ووسعت کا یہ عالَم تھا تو پھر یہ کس طرح ممکن ہوا کہ چند ہزار بے سروسامان صحرانشینوں نے ریگستانِ عرب سے نکل کرقیصروکسریٰ کا تختہ اُلٹ دیا؟

اس سلسلہ میں مسلم وغیرمسلم مفکرین دونوں نے مختلف زاویوں سے بہت کچھ لکھا ہے، کسی نے ان فتوحات کے اسباب میں اقتصادی سبب کوذکر کیا ہے، کہ عراق وشام کی سرسبز زمینوں کو فتح کے ذریعہ حاصل کرنے کے جذبہ سے عربوں نے عراق اورشام پر چڑھائی کی۔

کسی نے کہا کہ عربوں کی ان فتوحات کا سیاسی سبب یہ تھا کہ رومی اورایرانی دونوں حکومتیں اپنی باہمی جنگوں

کے باعث تباہ وبرباد ہوگئی تھیں، نظم ونسق اور امن وامان ختم ہو چکا تھا، لیکن اس کے باوجود مملکت میں بھاری بھاری ٹیکس لگے ہوئے تھے۔

اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ ان کے امام اور قائد نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے، جن کے جانثار وہ صحابہ تھے، جن کے لئے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کی راہ میں جو شہید ہوتا ہے، اس پر جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

ان کے علاوہ عرب مسلمان اخلاقی اعتبار سے بھی بہت بلند تھے، یہ لوگ جفاکشی اور نظم وانتظام میں بہت ممتاز تھے، یہ لوگ بھوکے پیٹ جنگ کر سکتے تھے۔

بہرحال ان فتوحات کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب یہی ہے کہ چونکہ مسلمانوں کی جنگ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے، اور زندگی کے اعلیٰ ترین مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے، اس وجہ سے جو بے نفسی، بے غرضی اور مخلصانہ جوش اور ولولہ ان میں ہوسکتا تھا، کسی اور میں نہ تھا، پھر قرآن مجید کی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو عراق وشام کی فتوحات سے متعلق تھے، ان سب نے مسلمانوں میں اس درجہ یقین اور اعتماد پیدا کردیا تھا کہ بڑے سے بڑے خطرات میں بھی محصور ہوکر گھبراتے نہیں تھے، ایک انسان کو سب سے زیادہ خوف موت کا ہوسکتا ہے، لیکن مسلمانوں کے عقیدہ میں یہ موت جو اللہ کے راستہ میں آئے، موت نہیں بلکہ عین حیات اور اصل زندگی تھی، پھر فطرتاً وطبعاً جو جفاکشی، سخت کوشی اور مصائب میں نہ گھبرانے کا ملکہ عربوں میں تھا، ایران اور روم کے خوش عیش سپاہیوں سے اس کی توقع نہیں ہوسکتی تھی۔

مرضِ وفات

۷/ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ھ میں ایک روز شدید سردی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا، اور اس کے بعد انہیں بخار ہوگیا، جو وفات کے روز تک مسلسل پندرہ دن تک جاری رہا، ہرچند معالجہ کیا، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، ضعف اتنا شدید ہوگیا تھا کہ باہر نماز کے لئے بھی نہ جاسکتے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ نماز پڑھائیں۔

بیماری کی شدت جب زیادہ ہوگئی، تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا، اور فرمایا کہ:

میری جو حالت ہے، آپ لوگ دیکھ رہے ہیں، اور میرے خیال میں میری وفات قریب ہے،

جس سے مجھے خلافت سے آزادی مل جائے گی، اور آپ لوگ میری بیعت سے نکل جائیں گے، پھر آپ لوگ اپنے معاملات کے خود ذمہ دار ہوں گے، لہٰذا آپ جسے پسند کرو، اُسے اپنا امیر بنالو، اس لئے کہ میری زندگی میں اگر آپ امیر بنالوگے، تو یہ آپ کے لئے اس سے بہتر ہوگا کہ میری وفات کے بعد آپس میں اختلاف کرنے لگو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے باہم مشورہ کیا، لیکن کوئی فیصلہ نہ کرسکے، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے رسولُ اللہ کے خلیفہ! ہماری وہی رائے ہے، جو آپ کی رائے ہوگی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعد میں کہیں اختلاف کرنے لگو، صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری اس رضامندی پر اللہ گواہ ہوگا، صحابہ نہ کہا کہ ٹھیک ہے، پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے بندوں میں غور کرنے دو، چنانچہ بعض صحابۂ کرام سے مشورہ کے بعد خلافت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ٹھہر گئی، چنانچہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پروانہ جاری کردیا، جس میں یہ لکھا تھا کہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ وہ عہد نامہ ہے، جو ابوبکر بن ابوقحافہ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اور آخرت کی طرف کوچ کرتے ہوئے تحریر کرایا ہے، میں نے اپنے بعد آپ لوگوں پر عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کیا ہے، تو آپ اُن کی بات سُنتے رہنا، اور اُن کی اطاعت کرنا۔ [1]

(جاری ہے......)

---

[1] عن الحسن بن أبی الحسن قال لما ثقل أبو بکر واستبان له من نفسه جمع الناس إلیه فقال إنه قد نزل بی ما قد ترون ولا أظننی إلا لمآبی وقد أطلق الله أیمانکم من بیعتی وحل عنکم عقدی ورد علیکم أمرکم فأمروا علیکم من أحببتم فإنکم إن أمرتم فی حیاة منی کان أجدر أن لا تختلفوا بعدی فقالوا فی ذلک وخلوا عنه فلم یستقم لهم فرجعوا إلیه فقالوا رأیا یا خلیفة رسول الله (صلی الله علیه وسلم) قال فلعلکم تختلفون قالوا لا قال فعلیکم عهد الله علی الرضا قالوا نعم قال فأمهلونی أنظر لله ولدینه ولعباده (تاریخ دمشق لابن عساکر، ج۴۴، ص۲۴۸)

بسم الله الرحمن الرحیم، هذا ما عهد أبو بکر بن أبی قحافة فی آخر عهده بالدنیا خارجا منها، وعند أول عهده بالآخرة داخلا فیها، حیث یؤمن الکافر، ویوقن الفاجر، ویصدق الکاذب إنی استخلفت علیکم بعدی عمر بن الخطاب فاسمعوا له وأطیعوا، وإنی لم آل الله ورسوله ودینه ونفسی وإیاکم خیرا، فإن عدل فذلک ظنی به وعلمی فه، وإن بدل فلکل امرء ما اکتسب، والخیر أردت ولا أعلم الغیب، وسیعلم الذین ظلموا أی منقلب ینقلبون (سیراعلام النبلاء، جزء۱۷، صفحه۱۶)

پیارے بچو!　　حافظ محمد ریحان

جنات وشیاطین

پیارے بچو! ویسے تو دنیا میں اللہ نے بے شمار مخلوقات پیدا کی ہیں، لیکن ان تمام مخلوقات میں سے اللہ کے احکام کی پابند اور مکلّف مخلوق صرف دو ہیں، جنّات اور انسان۔

قرآنِ پاک میں اللہ نے فرمایا ہے کہ:

''ہم نے جنات اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''

انسان مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، اور انسانوں کی مجسم شکلیں اور تمام چلت پھرت دوسرے انسانوں کے سامنے اور روزمرہ کا عام مشاہدہ ہے، اس لئے انسان کو انسان کے بارے میں تو تجسس پیدا نہیں ہوتا، البتہ جنات کے بارے میں یہ تجسس پیدا ہوتا ہے۔

جیسا کہ انسان کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا ہے، اسی طرح جنات کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا فرمایا ہے، جن عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ ''ایسی چیز کے ہیں، جو انسانی آنکھ دیکھ نہیں سکتی'' اس لئے اسے جن کہا جاتا ہے، جنات کا وجود اس دنیا میں انسان کے وجود سے بھی پہلے کا ہے۔

شیطان

شیطان بھی ایک جن ہے، جسے اللہ نے آگ سے پیدا کیا، انسان کے پیدا ہونے سے پہلے شیطان اللہ کا بہت عبادت گزار تھا، پھر اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، سب فرشتوں اور شیطان سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، سب فرشتوں نے سجدہ کیا، سوائے شیطان کے، اس نے سرکشی کی اور ہٹ دھرمی دکھائی، اور اللہ سے بحث ومباحثہ کرنے لگا، اللہ نے اسے ہمیشہ کے لئے مردود کردیا، شیطان نے جب دیکھا کہ مجھے اللہ نے ہمیشہ کے لئے مردود کردیا ہے، میرا آخری انجام سزا ہے، تو اس نے اللہ سے مہلت مانگی، اور کہا کہ جس انسان کی وجہ سے میں مردود کیا گیا، اسی کو قیامت تک میں سیدھے راستہ اور نیک کاموں سے روکوں گا، اللہ نے شیطان کو مہلت دیدی۔

جہاں تک شیطان کا انسانوں کو نقصان پہنچانے کا تعلق ہے، شیطان صرف انسانوں کے اندر کسی کام کا

خیال پیدا کر سکتا ہے، اور کبھی اپنی اصلی شکل وصورت بدل کر کسی اور شکل وصورت میں بھی آسکتا ہے۔

جنات کے طبقے

جیسا کہ پتہ چلا کہ جنات کا وجود انسان سے بھی پہلے کا ہے، اور جنات کے اندر بھی اللہ نے نسل کی بڑھوتری، مختلف حسیّں، مذکر ومونث کی دونوں جنسیں، کھانے پینے کا ڈسپلن، جنوں کا آپس میں ایک دوسرے سے مختلف قد کاٹھ، شکل وصورت، جسم کی ہیئت، اور مختلف قسمیں پیدا کی ہیں۔

جنات کی غذا وہ ہے، جو ہم گوشت کھا کر ہڈیاں پھینک دیتے ہیں، ان ہڈیوں پر اللہ ان کے لئے گوشت چڑھا دیتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع بھی بہت سے جن اور دِیو تھے، اور اللہ سے آپ نے دعاء کی تھی کہ اے اللہ! مجھے ایسی بادشاہی عطاء فرمائیے، جو کسی کو نہ ملے، ایک مرتبہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جن کو پکڑا، اور مسجد کے ستون کے ساتھ باندھ دیا، مگر آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعاء یاد آئی، تو آپ نے اس جن کو چھوڑ دیا۔

جنات میں بھی انسانوں کی طرح اللہ پر ایمان رکھنے والے اور اللہ کے انکار کرنے والے موجود ہیں، اسلام سے پہلے جنات یہود یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذہب پر ایمان رکھتے تھے۔

اسلام سے قبل جنات آسمانوں پر جاتے، اور چپکے سے کوئی غیب کی خبر لاکر نجومیوں کو بتا دیتے، مگر وہ باتیں جنات کو پوری طرح معلوم نہیں ہوتی تھیں، اور نجومیوں نے اپنی دوکان بھی چلانی ہوتی تھی، اس لئے نجومی اس میں جھوٹ شامل کر کے لوگوں کو بتاتے اور گمراہ کرتے تھے۔ (جاری ہے)

Idara Ghufran

بزمِ خواتین

مولانا طلحہ مدثر

خواتین جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے (قسط8)

قرآن مجید میں سورت احزاب میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ازواج مطہرات کا ذکر آیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ میں مسلمان انتہائی مشکل حالات میں رہنے کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے تو بھی مالی طور پر فراخی نہیں تھی اور ایسے سخت حالات میں آپکی ازواج نے آپکا پوری استقامت کے ساتھ دیا اور ہر طرح کی سختی برداشت کی یہاں تک کہ بنی قریظہ و بنی نظیر کی فتوحات ہوئیں جن کے بعد مسلمان کچھ آسودہ حال ہوگئے جب آپکی ازواج نے یہ محسوس کیا تو ان سب نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے اپنے نان نفقے میں فراخی کا مطالبہ کیا اور مثال کے طور پر قیصر و کسریٰ کی بیگمات کی مثال دی کہ وہ تو بڑی سج دھج کر رہتی ہیں اور انکی خدمت کے لئے غلام اور باندیاں موجود رہتی ہیں اب جبکہ کچھ خوشحالی آگئی ہے ہمارے نفقے میں بھی اضافہ فرمادیں اگرچہ یہ مطالبہ جواز کی حد تک تھا لیکن ان بزرگ ہستیوں کے شایانِ شان نہیں تھا اور دنیادار عورتوں کی مثال دینے کی وجہ سے بھی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو ناگواری ہوئی اور نبی علیہ السلام نے اپنی ازواج سے ایک مہینے کے لئے علیٰحدگی فرمالی، جس پر سورہ احزاب کی آیات نازل ہوئیں۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے اسکا ذکر کیا اور فرمایا ”کہ میں تمہارے سامنے ایک ایسی بات بیان کرنے جارہا ہوں جس میں تم مجھے جلد بازی میں جواب نہ دینا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا“ حضرت عائشہ نے عرض کیا ”یارسول اللہ! وہ کیا معاملہ ہے جس کے بارے میں آپ مجھے مشورہ کرنے کا فرمارہے ہیں؟“ تب نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن مجید کی وہ آیات تلاوت فرمائی جس میں ازواج مطہرات کو خطاب کر کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر تمہیں دنیا کے مال ومتاع، عیش وعشرت، سج دھج اور ناز ونعم نبی علیہ السلام، اللہ تبارک وتعالی اور آخرت کے گھر سے زیادہ عزیز ہے تو نبی علیہ السلام تمہیں احسن طریقے سے اپنے نکاح سے الگ کر دیتے ہیں لیکن اگر نبی علیہ السلام، اللہ تعالی اور آخرت کا گھر تمہیں ان فانی دنیا کی نعمتوں کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہیں تو پھر اس طرح کے مطالبات مناسب نہیں بلکہ ان تمام سختیوں، آزمائشوں کا بدلہ آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملے گا جس کے آگے دنیا اور اسکی رونقوں کی کوئی وقعت نہیں، جب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ساری بات سنی تو نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ! میں آپ کے بارے میں اور اللہ تعالی کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ یعنی مشورے کی ضرورت تو کسی ایسی چیز میں ہوا کرتی ہے جس میں کسی بات کے ایک سے زیادہ پہلو ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کے لیے مشورہ کیا جائے جبکہ اس صورت میں تو دوسرے پہلو (یعنی نبی علیہ السلام کے نکاح سے نکلنے) کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے لہذا اس میں مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے میں اللہ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں، حضرت عائشہ کا یہ جواب سن کر نبی علیہ السلام بہت مسرور ہوئے نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجھے والدین سے مشورہ کرنے کا اس لیے فرمایا تھا کیونکہ نبی علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے آپ سے الگ ہونے کا کبھی نہیں کہیں گے۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ میرے جواب کے بارے میں اپنی ازواج میں سے کسی کو مطلع نہ فرمایئے گا'' نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اے عائشہ اللہ تعالی نے مجھے سختی کرنے والا اور لوگوں کو مصیبت میں مبتلاء کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے معلم اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، لہٰذا مجھ سے اگر کسی زوجہ نے پوچھا تو میں سچ بتا دوں گا''

اس واقعے کی تفصیل صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوسًا بِبَابِهِ، لَمْ يُؤْذَنْ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ، قَالَ: فَأُذِنَ لِأَبِي بَكْرٍ، فَدَخَلَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عُمَرُ، فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ، فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهُ نِسَاؤُهُ، وَاجِمًا سَاكِتًا، قَالَ: فَقَالَ: لَأَقُولَنَّ شَيْئًا أُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ، سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ، فَقُمْتُ إِلَيْهَا، فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا، فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى، يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ، فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا، فَقَامَ عُمَرُ إِلَى حَفْصَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا، كِلَاهُمَا يَقُولُ: تَسْأَلْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ، فَقُلْنَ: وَاللهِ لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ، ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا -أَوْ تِسْعًا وَعِشْرِينَ - ثُمَّ نَزَلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةُ :(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ) حَتَّى بَلَغَ (لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا)، قَالَ :فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ، فَقَالَ :يَا عَائِشَةُ، إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكِ أَمْرًا أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ، قَالَتْ :وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَتَلَا عَلَيْهَا الْآيَةَ، قَالَتْ :أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللهِ، أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ؟ بَلْ أَخْتَارُ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَالدَّارَ الْآخِرَةَ، وَأَسْأَلُكَ أَنْ لَا تُخْبِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِي قُلْتُ، قَالَ :لَا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا، إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا، وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا (مسلم، رقم الحديث ١٤٧٨ "٢٩"، كتاب الطلاق، باب بيان أن تخيير امرأته لا يكون طلاقا إلا بالنية)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ تمام لوگ نبی علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھیں ہیں اور کسی کو بھی اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں مل رہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اجازت مل گئی اور وہ داخل ہو گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت چاہی تو انکو بھی اجازت مل گئی، پس انہوں نے نبی علیہ السلام کو اس حال میں پایا کہ آپ خاموش اور غمگین بیٹھیں ہوئے ہیں اور آپ کے اردگرد آپ کی ازواج ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نبی علیہ السلام سے ایسی بات عرض کروں گا جس سے نبی علیہ السلام مسکرا دیں گے، پس انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ بنت خارجہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ) نے مجھ سے نفقہ مانگا تو میں اٹھا اور اسکی گردن پر مارا (یہ بات سن کر) نبی علیہ السلام مسکرا دیے اور فرمایا ''یہ تمام جو میرے گرد بیٹھیں ہیں یہ بھی مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں'' (یہ سن کر) حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کو مارنے کے لیے اٹھے اور حضرت عمر حضرت حفصہ کو مارنے کے لیے اٹھے یہ دونوں حضرات فرما رہے تھے کہ ''تم نبی علیہ السلام سے اس چیز کا سوال کرتی ہو جو نبی علیہ السلام کے پاس نہیں ہے'' پس انہوں نے کہا ''اللہ کی قسم ہم نبی علیہ السلام سے آئندہ کبھی ایسی چیز کا سوال نہیں کریں گے جو انکے پاس نہ ہو'' اسکے بعد نبی علیہ

Idara Ghufran

السلام نے اپنی ازواج سے ایک مہینہ یا۲۹ دن کے لیے علیحدگی فرمالی پھر نبی علیہ السلام پر یہ آیات نازل ہوئیں:

”یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ إِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا وَزِینَتَهَا فَتَعَالَیْنَ أُمَتِّعْکُنَّ وَأُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیلًا . وَإِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْکُنَّ أَجْرًا عَظِیمًا “

تو نبی علیہ السلام نے سب سے پہلے حضرت عائشہ سے ابتدا کی اور فرمایا کہ ”اے عائشہ! میں تم سے ایسی بات ذکر کرنے جا رہا ہوں جس میں مجھے یہ پسند ہے کہ تم مجھے جلد بازی میں جواب نہ دو بلکہ پہلے اپنے والدین سے مشورہ کر کے پھر جواب دو“ حضرت عائشہ نے عرض کیا وہ کیا بات ہے یا رسول اللہ؟ تو نبی علیہ السلام نے انکو مذکورہ آیات تلاوت کر کے سنائیں حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ بلکہ میں اللہ اسکے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں اور آپ میرے جواب کے بارے میں اپنی ازواج میں سے کسی کو مطلع نہ فرمایئے گا نبی علیہ السلام نے فرمایا ”اللہ نے مجھے سختی کرنے والا اور تشدد کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے معلم اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، اگر ان میں سے کسی نے مجھ سے پوچھا تو میں اسکو ضرور بتا دوں گا (مسلم)

مذکورہ واقعہ حدیث کی دوسری کتب میں بھی مختلف الفاظ میں مذکور ہے۔

قرآن مجید میں ازواج مطہرات کو اس طرح مخاطب کیا گیا ہے کہ:

یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ إِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا وَزِینَتَهَا فَتَعَالَیْنَ أُمَتِّعْکُنَّ وَأُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیلًا . وَإِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْکُنَّ أَجْرًا عَظِیمًا (سورة الاحزاب، رقم الآیات ۲۸ و ۲۹)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو کہ اگر تم دنیا اور اسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ، میں تمہیں کچھ تحفے دیکر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اسکے رسول اور عالم آخرت کی طلبگار ہو، تو یقین جانو اللہ نے تم میں سے نیک خواتین کے لیے شاندار انعام تیار کر رکھا ہے (سورہ احزاب)

(جاری ہے......)

ماہِ محرّم الحرام کے روزوں کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصِّیَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَھْرُاللہِ الْمُحَرَّمُ (مسلم، رقم الحدیث ۲۸۱۲، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینہ "محرم" کے روزے ہیں (مسلم)

فائدہ: اس مہینے کی عظمت وفضیلت بتلانے اور ظاہر کرنے کے لئے اس کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا ورنہ تمام مہینے اور دن اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور اسی کے حکم سے چلتے ہیں اور بعض دوسرے روزوں (مثلاً ذی الحجہ، شوال وغیرہ کے روزوں) کی فضیلتیں بھی اپنی جگہ ہیں، لیکن محرم کے روزوں کو جو خاص قسم اور نوعیت کی فضیلت حاصل ہے اس قسم کی فضیلت رمضان کے بعد محرم کے علاوہ دوسرے روزوں کو حاصل نہیں۔

لٰہذا اس مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھ لیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

Idara Ghufran

دس محرم یعنی عاشوراء کے روزہ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دس محرم کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا، آپ نے ان سے پوچھا کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم (اور نیک) دن ہے، اسی دن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی (اور فرعون پر غلبہ عطا فرمایا) اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بطورِ شکر (اور بطورِ تعظیم) اس دن روزہ رکھا تھا، اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ! تمہارے مقابلے میں، ہم موسیٰ سے زیادہ قریب ہیں، اور (بطورِ شکر روزہ رکھنے کے) زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کے دن خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی (مسلم، حدیث نمبر2714)

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم عاشوراء کا روزہ رکھو، اور یہود کی مخالفت کرو، اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو (مسند احمد، حدیث نمبر2154)

Idara Ghufran

دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت کرنا

ابنِ عبدالبر اپنی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ وَسَّعَ عَلٰی نَفْسِہٖ وَأَھْلِہٖ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہٖ .قَالَ جَابِرٌ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَاہُ کَذٰلِکَ (الاستذكار لجامع لمذاهب فقهاء الأمصار، كتاب الصيام ،باب صيام يوم عاشوراء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن (کھانے پینے وغیرہ میں) وسعت (کشادگی وفراخی) کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت (کشادگی وفراخی) فرمائیں گے ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا، تو اس کو اپنے تجربہ میں اسی طرح پایا (الاستذکار)

اس سے معلوم ہوا کہ عاشوراء یعنی دس محرم کے دن کی تاثیر یہ ہے کہ اس دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کے نتیجہ میں اللہ سارے سال وسعت اور فراخی عطا فرماتا ہے۔

رزق میں گناہ کی نحوست سے بے برکتی اور نیک عمل سے برکت کا ہونا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

جِبْرِیلُ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ أَنَّهُ لاَ تَمُوْتُ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا ، وَإِنْ أَبْطَأَ عَلَيْهَا ، فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ ، وَلاَ يَحْمِلَنَّكُمْ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَأْخُذُوْهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهٖ (مسند البزار، رقم الحدیث ۲۹۱۴)

ترجمہ: حضرت جبریل نے میرے دل میں وحی ڈالی کہ کوئی جاندار اس وقت تک فوت نہیں ہوگا، جب تک اپنا رزق مکمل حاصل نہ کرلے، اگرچہ اس کو حاصل کرنے کی کتنی ہی جستجو کیوں نہ کرلے، پس تم اللہ سے ڈرو اور تم (رزق کو) طلب کرنے میں اچھے (حلال وجائز) طریقے سے کام لو، اور تمہیں ہرگز رزق کو حاصل کرنے کی کوشش اس چیز پر نہ ابھارے کہ تم رزق کو اللہ کی نافرمانی کرکے حاصل کرو، کیونکہ جو چیز اللہ کے پاس ہے، وہ اللہ کی فرمانبرداری سے ہی حاصل ہوسکتی ہے (بزار)

اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی نحوست سے رزق میں بے برکتی اور نیک عمل سے رزق میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

محفلِ حُسنِ قرائت کا مفصّل ومدلَّل حکم

سوال

آج کل متعدد مقامات پر محفلِ حسنِ قرائت منعقد کی جاتی ہے، جس میں مختلف قرّاء حضرات دوسروں کے سامنے قرآن مجید کی قرائت کرتے ہیں، اور سامعین ان کی قرائت کو سنتے ہیں، اس سلسلہ میں سوال یہ ہے کہ شرعی وفقہی اعتبار سے محفلِ حسنِ قرائت کا منعقد کرنا کیسا ہے؟ بعض اہلِ علم حضرات اس سے منع کرتے ہیں، جب کہ بعض اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اس سلسلہ میں شرعی تحقیق مطلوب ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسروں کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرنے کو، نبوت کے ایک اہم مقصد میں سے ذکر کیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا وَابُعَثُ فِيُهِمُ رَسُوُلًا مِّنُهُمُ يَتُلُوُ عَلَيُهِمُ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالُحِكُمَةَ وَيُزَكِّيهِمُ إِنَّکَ أَنُتَ الُعَزِيُزُ الُحَكِيُمُ (سورة البقرة، رقم الآية ١٢٩)

ترجمہ: اے ہمارے رب! اور بھیج دیجئے ان میں رسول ان ہی میں سے، جو تلاوت کرے ان پر آپ کی آیات، اور تعلیم دے ان کو کتاب کی، اور حکمت کی، اور تزکیہ کرے ان کا، بے شک تو ہی عزیز ہے، حکیم ہے (سورہ بقرہ)

اس طرح کا مضمون اور بھی کئی آیات میں آیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو دوسروں کے سامنے تلاوت کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اہم مقاصد میں سے ہونے کی وجہ سے فی نفسہٖ جائز اور باعثِ ثواب بلکہ سنت عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ :اقُرَأُ عَلَيَّ قُلُتُ أَقُرَأُ عَلَيُکَ وَعَلَيُکَ

Idara Ghufran

أُنْزِلَ؟ قَالَ :فَإِنِّیْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُوْرَةَ النِّسَاءِ، حَتّٰى بَلَغْتُ :(فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا)قَالَ :أَمْسِکْ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ(بخاری، رقم الحدیث ۴۵۸۳)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سنایئے، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو قرآن پڑھ کر سناؤں، حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دوسرے سے قرآن سننا اچھا معلوم ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء کی تلاوت شروع کی اور جس وقت اس آیت پر پہنچا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: وہ کیسا وقت ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور آپ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ رہے تھے (بخاری)

عمدۃ القاری شرح بخاری میں مذکورہ حدیث کی شرح میں ہے کہ:

إِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ أَنْ يَّسْمَعَ الْقُرْآنَ مِنْ غَيْرِهٖ لِيَكُوْنَ عَرْضُ الْقُرْآنِ سُنَّةً، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَّكُوْنَ لِأَجْلِ تَدَبُّرِهٖ وَزِيَادَةِ تَفَهُّمِهٖ، لِأَنَّ الْمُسْتَمِعَ أَقْوٰى عَلٰى ذٰلِکَ وَأَنْشَطُ مِنَ الْقَارِئِ لِاشْتِغَالِهٖ بِالْقِرَاءَةِ (عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج۲۰،ص۵۶،باب من أحب أن یسمع القرآن من غیرہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند فرمایا کہ قرآن کو دوسرے سے سنیں، تا کہ قرآن کا (دوسرے پر) پیش کرنا (یعنی دوسرے کو سنانا) سنت ہو جائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ قرآن میں غور وفکر اور زیادتی فہم کی خاطر دوسرے سے قرآن مجید سننے کو پسند کیا ہو، کیونکہ اس مقصد میں قرآن مجید کو سننے والا، پڑھنے والے کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور زیادہ نشاط والا ہوتا ہے، کیونکہ پڑھنے والا تو قراءت میں مشغول ہوتا ہے (عمدۃ القاری)

اور مشکاۃ کی شرح، مرقاۃ میں ہے کہ:

(أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِیْ)جَمْعًا بَيْنَ الْفَضِيْلَتَيْنِ حَتّٰى قِيْلَ إِنَّ لِلْاِسْتِمَاعِ أَفْضَلُ، وَلٰكِنْ يُحْمَلُ عَلٰى أَنَّهُ إِذَا كَانَ لِلتَّعْلِيْمِ عَلَى الْوَجْهِ الْأَكْمَلِ، وَبِهٰذَا أَخَذَ

الْخَلَفُ مِنَ الْقُرَّاءِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ حَيْثُ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ وَالْحَدِيْثَ مِنَ التَّلَامِذَةِ وَالطَّالِبِيْنَ، وَهٰذَا أَقْرَبُ إِلَى الضَّبْطِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى فَهْمِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ، وَالْأَوَّلُوْنَ حَيْثُ كَانُوْا فِيْ مَرْتَبَةِ الْأَعْلٰى فَكَانُوْا يُدْرِكُوْنَ بِالسَّمَاعِ الْحَظَّ الْأَوْفَرَ وَالنَّصِيْبَ الْأَعْلٰى (مرقاۃ المفاتیح، ج۴ص۱۴۹۸، کتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: (نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ) مجھے دوسرے سے قرآن سننا اچھا معلوم ہوتا ہے، اس میں دو فضیلتوں کو جمع کرنا ہے (یعنی سننا اور تدبر کرنا) یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ قرآن کا سننا افضل ہے، لیکن یہ اس صورت پر محمول ہے، جبکہ کامل طریقہ پر تعلیم کے لئے ہو، اور اسی سے بعد کے حضرات نے قرّاء اور محدثین سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ وہ قرآن اور حدیث کو، شاگردوں اور طلبۂ کرام سے سنتے ہیں، اور یہ ضبط کے زیادہ قریب ہوتا ہے، بنسبت متاخرین کی فہم کے، اور پہلے لوگ اعلیٰ مرتبہ پر تھے، پس وہ سن کر اعلیٰ درجہ کا حظ اور اعلیٰ درجہ کا حصہ پاتے تھے (مرقاۃ)

اور ریاض الصالحین کی شرح دلیل الفالحین میں ہے کہ:

قَالَ: إِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِيْ لِكَوْنِهٖ أَبْلَغَ مِنَ التَّفْهِيْمِ وَالتَّدْبِيْرِ لِأَنَّ الْقَلْبَ حِيْنَئِذٍ يَخْلُصُ لِتَعَلُّقِ الْمَعَانِيْ وَالْقَارِئُ مَشْغُوْلٌ بِضَبْطِ الْأَلْفَاظِ وَأَدَائِهَا حَقَّهَا وِلِأَنَّهُ اِعْتَادَ سِمَاعَهُ مِنْ جِبْرِيْلَ وَالْعَادَةُ مَحْبُوْبَةٌ بِالطَّبْعِ، وَلِهٰذَا كَانَ عَرْضُ الْقُرْآنِ عَلَى الْغَيْرِ سُنَّةً .قَالُوْا :وَمِنْ فَوَائِدِ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَلتَّنْبِيْهُ عَلٰى أَنَّ الْفَاضِلَ لَا يَأْنَفُ مِنَ الْأَخْذِ عَنِ الْمَفْضُوْلِ (دلیل الفالحین لطرق ریاض الصالحین، باب فضل البکاء من خشیۃ اللہ تعالی، لمحمد علی بن محمد بن علان البکری)

ترجمہ: نبی ﷺ نے یہ فرمایا کہ مجھے دوسرے سے قرآن سننا اچھا معلوم ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے سے قرآن سننا، سمجھنے اور تدبر کرنے میں زیادہ پہنچ رکھتا ہے، کیونکہ سنتے وقت دل معانی کے ساتھ خالص ہو کر متعلق رہتا ہے، جبکہ قرائت کرنے والا الفاظ اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے ضبط کرنے میں مشغول ہوتا ہے، اور یہ وجہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن مجید سننے کی عادت تھی، اور عادت طبیعت کو محبوب ہوا کرتی ہے، اور اسی وجہ سے قرآن کا دوسرے پر پیش کرنا سنت ہے، اور اہلِ علم نے فرمایا کہ

اس حدیث سے جو فوائد معلوم ہوتے ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ فضیلت والا شخص اپنے سے کم درجہ کے شخص سے لینے (اور قرآن سننے وسیکھنے) کو معیوب نہ سمجھے (دلیل الفالحین)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسُوْا كَانَ حَدِيْثُهُمْ -يَعْنِي الْفِقْهَ- إِلَّا أَنْ يَّقْرَأَ رَجُلٌ سُوْرَةً أَوْ يَأْمُرَ رَجُلًا بِقِرَاءَةِ سُوْرَةٍ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٩٤، واللفظ لهٗ،المدخل إلى السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ٣٢٣)

ترجمہ: نبی ﷺ کے صحابۂ کرام جب کوئی مجلس قائم فرماتے تھے، تو اُن کی فقہ کے متعلق گفتگو ہوتی تھی، مگر یہ کہ کوئی ایک آدمی (قرآن مجید کی) کوئی سورت قرأت کرتا (اور دوسرے قرأت کو سنتے) یا وہ کسی آدمی کو کسی سورت کی قرأت کا حکم فرماتے (تاکہ دوسرے سنیں) (حاکم، بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مجالس دین سیکھنے اور سکھانے کے لئے منعقد ہوتی تھیں، پھر بعض اوقات کوئی ایک قرآن مجید کی قرأت کرتا، اور دوسرے اس کی قرأت کو خاموشی سے سنتے تھے، اور اس سے تذکیر حاصل کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب جمع ہوتے تھے، وہ یا تو فقہ ودین کے متعلق مذاکرہ فرماتے تھے، یا کوئی ایک قرآن مجید پڑھتا، اور باقی سنتے تھے، جس سے قرآن مجید دوسرے سے سننے کا جواز بلکہ مستحب ہونا معلوم ہوا۔

حضرت ابومجعہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُقَدِّمُ الشَّابَّ الْحَسَنَ الصَّوْتِ لِحُسْنِ صَوْتِهٖ بَيْنَ يَدَيِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ (مستخرج ابی عوانة، رقم الحديث ٣٩٢٦)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اچھی آواز والے نوجوان کو اس کی اچھی آواز کی وجہ سے مہاجرین اور انصار (صحابۂ کرام) کے سامنے قراءت کے لئے پیش کیا کرتے تھے (ابوعوانہ)

---

[1] قال الحاكم: "هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ وَلَهٗ شَاهِدٌ مَوْقُوْفٌ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ وقال الذهبی فی التلخيص :علی شرط مسلم.

اس سے معلوم ہوا کہ اچھی آواز والے قاری سے قرآن مجید سنناصحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت اور جائز ہے۔

اور ایک کے قرآن مجید پڑھنے اور باقی کے خاموشی سے سننے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک حیثیت سے وعظ وتذکیر میں داخل ہے، اور اسی وجہ سے جب قرآن مجید پڑھا جائے، تو اسے خاموشی کے ساتھ سننے کا حکم ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذَا قُرِیَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورة الاعراف، آیت ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو توجہ سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (سورہ اعراف)

علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

اَللّٰهُ سُبْحَانَهٗ شَرَعَ لِلْاُمَّةِ مَا أَغْنَاهُمْ بِهٖ عَمَّا لَمْ يَشْرَعْهُ حَيْثُ أَكْمَلَ الدِّيْنَ وَأَتَمَّ عَلَيْهِمِ النِّعْمَةَ وَرَضِيَ لَهُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا وَهُوَ سِمَاعُ الْقُرْآنِ الَّذِيْ شَرَعَهٗ لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ الَّتِيْ هِيَ عِمَادُ دِيْنِهِمْ وَفِيْ غَيْرِ الصَّلَاةِ مُجْتَمِعِيْنَ وَمُنْفَرِدِيْنَ حَتّٰى كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ إِذَا اجْتَمَعُوْا أَمَرُوْا وَاحِدًا مِّنْهُمْ اَنْ يَّقْرَأَ وَالْبَاقُوْنَ يَسْمَعُوْنَ (الاستقامة، لا بن تيمية، ج ۱، ص ۳۰۲)

ترجمہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس امت کے لئے ایسی چیزیں مقرر کردی ہیں کہ جو ان کو، ان چیزوں سے بے نیاز کردیتی ہیں، جو غیر شرعی ہیں، کیونکہ دین کامل کردیا گیا ہے، اور ان پر نعمت کو مکمل کردیا گیا ہے، اور اللہ، ان کے لئے اسلام کے دین ہونے سے راضی ہوچکا ہے، اور وہ قرآن کا سماع ہے، جو امت کے لئے نماز میں مقرر کیا گیا ہے، جو کہ دین کا ستون ہے، اور نماز کے علاوہ میں بھی مقرر کیا گیا ہے، جمع ہوکر اور تنہائی کی حالت میں دونوں طرح، یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کرام جب جمع ہوتے تھے، تو وہ اپنے میں سے ایک کو قرائت کا حکم دیتے تھے، اور باقی سنتے تھے (الاستقامہ)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی سماعت انفراداً واجتماعاً جائز ہے۔

چونکہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' کی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہی قرآن مجید کو''ذکر'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

اور قرآن مجید کی دوسری حیثیت وعظ وتذکیر کی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہی قرآن مجید کے لئے''ذکر'' کا لفظ وعظ وتذکیر کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوا ہے۔

بلکہ قرآن مجید اور اس کی آیات کو صراحت کے ساتھ''تذکرہ''اور''تذکیر''اور''مَوْعِظَۃ'' بھی قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى. إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى (سورة طٰه، رقم الآية ٢، ٣)

ترجمہ: نہیں نازل کیا ہم نے آپ پر قرآن کو، تاکہ آپ مشقت میں پڑ جائیں، مگر نصیحت کے واسطے اس کے لئے جو ڈرتا ہے (سورہ طہ)

اور سورہ حاقہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سورة الحاقة، رقم الآية ٤٨)

ترجمہ: اور بلاشبہ یہ (قرآن) یقینی نصیحت ہے، متقیوں کے لئے (سورہ حاقہ)

اور سورہ عبس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (سورة عبس، رقم الآيات ١١ و ١٢)

ترجمہ: ہرگز نہیں، بلاشبہ یہ (قرآن) نصیحت ہے (سورہ عبس)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٣٨)

ترجمہ: یہ (قرآن) بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے، متقیوں کے لئے (سورہ آلِ عمران)

اور سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ (سورة هود، رقم الآية ١٢٠)

ترجمہ: اور آ گیا تمہارے پاس اس (قرآن) میں حق اور نصیحت اور عبرت مومنوں کے لئے (سورہ ھود)

اورسورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡکُمۡ مَّوۡعِظَۃٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ وَھُدًی وَّرَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ (سورۃ یونس،رقم الآیۃ ۵۷)

ترجمہ: اے لوگو! آچکی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی جانب سے اور شفاء ان چیزوں کے لئے جوسینوں میں ہے،اور ہدایت اور رحمت مومنین کے لئے (سورہ یونس)

اورسورہ نور میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَلَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَمَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ(سورۃ النور،رقم الآیۃ ۳۴)

ترجمہ: اور یقیناً بلاشبہ نازل کردیں،ہم نے تمہاری طرف روشن آیات اور مثل ان لوگوں کی جوگزر چکے تم سے پہلے،اورنصیحت متقیوں کے لئے (سورہ نور)

اس طرح کی آیات سے قرآن اوراس کی سورتوں اورآیات کامخلوق کے لئے وعظ ونصیحت ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اورسورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ فَاَعۡرَضَ عَنۡھَا (سورۃ الکھف،رقم الآیۃ۵۷)

ترجمہ: اورکون ہوگا زیادہ ظالم اس سے،جسے تذکیر(یعنی نصیحت) کی جائے،اس کے رب کی آیات کے ذریعہ،پھروہ اعراض کرے ان سے (سورہ کہف)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' کی ہے،اوردوسری حیثیت ''تذکرہ'' اور ''تذکیر'' یا ''وعظ ونصیحت'' کی ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک صفت سراپا باعثِ ہدایت ہونا ہے،قرآن مجید میں جابجا اس صفت کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَارَیۡبَ فِیۡہِ . ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲)

ترجمہ: یہ کتاب ایسی ہے کہ کوئی شک نہیں اس میں،ہدایت ہے متقیوں کے لئے (سورہ بقرہ)

Idara Ghufran

اورسورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

تِلْکَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ. هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (سورة النمل، رقم الآيات ١ تا ٣)

ترجمہ: یہ آیات ہیں قرآن اورواضح کتاب کی، جو ہدایت ہے،اورخوشخبری ہے مؤمنوں کے لئے (سورہ نمل)

اورسورہ نمل میں ہی اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (سورة النمل،رقم الآية ٩٢)

ترجمہ: اور یہ بھی (مجھے حکم دیا گیا ہے) کہ میں قرآن کی تلاوت کروں، پس جو ہدایت حاصل کرے گا،تو بس وہ ہدایت حاصل کرے گا اپنے فائدہ کے لئے ، اور جو گمراہی اختیار کرے گا،تو آپ فرمادیجئے کہ بس میں توڈرانے والوں میں سے ہوں (سورہ نمل)

اورقرآن مجیدعربی زبان میں ہونے کے باوجودسب لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان رکھتاہے،خواہ کوئی عربی دان نہ ہو، یہ قرآن مجیداوراللہ کے کلام کی ایسی صفت ہے، جوکسی اورکلام کوحاصل نہیں۔

چنانچہ سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (سورة الشورى، رقم الآية ٧)

ترجمہ: اوراسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف عربی قرآن کی تاکہ ڈرائیں آپ مکہ والوں کواوران کو جومکہ کے اردگرد ہیں اورڈرائیں آپ جمع ہونے (یعنی قیامت) کے دن سے بھی ،کوئی شک نہیں اس (قیامت کے دن) میں ایک فریق جنت میں اورایک فریق جہنم میں ہوگا (سورہ شوریٰ)

قرآن مجید کے نازل ہونے کی ابتداء مکہ مکرمہ سے ہوئی تھی،اورمکہ مکرمہ تمام آبادیوں کی ماں ہے،اوراسی کے نیچے سے تمام زمین کووسیع کرکے پھیلایا گیاہے،اور یہ زمین کے وسط میں واقع ہے،اوردنیا کی تمام آبادیاں اس کے اردگرد ہیں،اس لئے اس کواُمُّ القریٰ کہاجاتاہے۔

اور مکہ کے اردگرد سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک دنیا کے تمام علاقے اور خطے ہیں، جن میں عرب و عجم سب شامل ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید، عرب وعجم سب کے لئے وعظ ونصیحت کا سامان رکھتا ہے۔ [1]

واقعہ یہ ہے کہ قرآن مجید، اللہ کی ذات وصفات، اللہ کے رسولوں، جنت وجہنم اور دنیا وآخرت وغیرہ کے مضامین پر مشتمل ہے، اور قرآن مجید کے الفاظ اور اس کی ترتیب بھی معجزانہ ہے، جس کے الفاظ سننے سے ہی ان چیزوں پر ایمان کے حصول اور اس کی ترغیب وترہیب پیدا ہوتی ہے، خواہ کسی کے غیر عربی یعنی عجمی ہونے کی وجہ سے اس کے مکمل مضامین سمجھ نہ آئیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں عربی وعجمی دونوں قسم کے حضرات تھے، جو کہ قرآن مجید کو پڑھتے اور سنتے تھے، اور اس سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔

اور اسی وجہ سے قرآن مجید کے ذریعہ سے اللہ کا خوف اور خشیت پیدا ہوتی ہے، اور اس سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

چنانچہ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ إِيْمَانًا فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ. وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلٰى رِجْسِهِمْ(سورة التوبة، رقم الآيات، ۱۲۴، ۱۲۵)

ترجمہ: اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت، تو ان (لوگوں) میں سے بعض لوگ (یعنی منافق مذاق کے طور پر) یہ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے؟ پس وہ لوگ جو ایمان لائے، تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن

---

[1] أم القرى يعنى مكة سميت بها لان الأرض دحيت من تحتها فهى كالاصل لجميع الأرض او لانها قبلة اهل القرى وموضع حجهم ومرجع لاهل جميع الأرض والمضاف محذوف يعنى لتنذر اهل أم القرى ومن حولها الى الشرق والغرب وأطراف الأرض (التفسير المظهرى، سورة انعام، رقم الآية ۹۲)

(وكذلک) مثل ذلک الإيحاء (أوحينا إليک قرآنا عربيا لتنذر) تخوف (أم القرى ومن حولها) أى أهل مكة وسائر الناس (وتنذر) الناس (يوم الجمع) يوم القيامة تجمع فيه الخلائق (لا ريب) شک (فيه فريق) منهم (فى الجنة وفريق فى السعير) النار(تفسير الجلالين،سورة الشورى، رقم الآية ۷)

لتنذر أم القرى وهى مكة ومن حولها أى من سائر البلاد شرقا وغربا(تفسير القرطبى،سورة الشورى،۷)

Idara Ghufran

لوگوں کے دلوں میں مرض ہے،تو ان کی پہلی ناپاکی میں اور ناپاکی زیادہ ہو جاتی ہے(سورہ توبہ)

اور سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا. لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (سورة الأنفال، رقم الآيات ٢ الىٰ ٤)

ترجمہ: بس مومن تو وہی ہیں کہ جب ذکر کیا جائے اللہ کا، ڈر جائیں ان کے دل، اور جب تلاوت کی جائیں ان پر اللہ کی آیتیں، زیادہ ہو جائے ان کا ایمان، اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں، جو قائم کرتے ہیں نماز کو، اور ہم نے جو ان کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہی مومن ہیں برحق، ان کے لئے درجات ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے، اور رزق ہے عزت والا (سورہ انفال)

اور سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ(سورة الزمر،٢٣)

ترجمہ: اللہ ہی نے نازل کیا ہے بہترین کلام یعنی کتاب جو باہم ملتی جلتی ہے، دہرائی جاتی ہے (یعنی اُس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور بعض جگہ مکرر ہیں) ڈر جاتی ہیں اس سے کھال اُن لوگوں کی جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے، پھر نرم ہو جاتی ہیں ان کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ کے ذکر کی طرف، یہ اللہ کی ہدایت ہے، ہدایت دیتا ہے وہ اس کے ذریعے سے جسے چاہتا ہے، اور وہ کہ جس کو گمراہ کر دے اللہ، تو نہیں ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا (سورہ زمر)

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت ''ذکر'' سے زائد ''تذکیر'' اور وعظ و نصیحت کی بھی ہے، اسی لئے قرآن مجید کو عام ذکر کے مقابلہ میں جہراً پڑھنا باعثِ ثواب ہے۔

چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے کہ:

قُلْتُ لَا شَکَّ اَنَّ فِی الْجَهْرِ بِالْقُرْآنِ أَحَادِيْثُ كَثِيْرَةٌ وَالْآثَارُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰى لٰكِنْ فِيْمَنْ لَا يَخَافُ رِيَاءً وَلَا إِعْجَابًا وَلَا غَيْرِهِمَا مِنَ الْقَبَائِحِ وَلَا يُؤْذِىْ جَمَاعَةٌ يَلْبِسُ عَلَيْهِمْ صَلٰوَاتُهُمْ وَيَخْلُطُهَا عَلَيْهِمْ فَمَنْ خَافَ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَلَا يَجُوْزُ لَهُ الْجَهْرُ وَاِنْ لَّمْ يَخَفْ اِسْتَحَبَّ الْجَهْرُ فَاِنْ كَانَتِ الْقِرَاءَ ةُ فِىْ جَمَاعَةٍ مُجْتَمِعِيْنَ مُسْتَمِعِيْنَ تَأَكَّدَ اِسْتِحْبَابَ الْجَهْرِ لٰكِنْ لَا يَجُوْزُ كَمَالَ الْجَهْرِ وَاَنْ يَّجْهَدَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ فِى الْجَهْرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ رَوٰى مُحَمَّدٌ فِىْ مُوَطَّاهُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهٖ اَبِىْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَ ةِ فِى الصَّلَاةِ وَاِنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ قِرَاءَ ةَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عِنْدَ دَارِ اَبِىْ جُهَيْمٍ فَقَالَ مُحَمَّدٌ اَلْجَهْرُ بِالْقُرْاٰنِ فِى الصَّلَاةِ فِيْمَا يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَ ةِ حَسَنٌ مَا لَمْ يَجْهَدُ الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ. [1]

فَاِنْ قِيْلَ اَلْجَهْرُ بِالذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ بِدْعَةٌ وَالسُّنَّةُ فِيْهِمَا اَلْإِخْفَاءُ كَمَا مَرَّ الْمَسْأَلَةُ فِىْ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً فَمَا وَجْهُ الْفَرْقِ بَيْنَ الذِّكْرِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ مَعَ اَنَّ الْقِرَاءَةَ اَيْضًا ذِكْرٌ. اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى الْوَعْظِ وَالْقِصَصِ الْمُوَجِّبَةِ لِلْعِبْرَةِ وَالْاَحْكَامِ وَنَظْمِهٖ مُعْجِزٌ جَاذِبٌ لِلْقُلُوْبِ السَّقِيْمَةِ اِلَى الْإِسْلَامِ وَلِذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ وَقِرَاءَ تُهُ بِاللِّسَانِ عِبَادَةٌ زَائِدَةٌ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِىْ هُوَ عِبَادَةٌ عَنْ طُرُدِ الْغَفْلَةِ عَنِ الْجَنَانِ وَإِسْمَاعُهُ غَيْرَهُ عِبَادَةٌ أُخْرٰى مَرْغُوْبَةٌ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ بِخِلَافِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ فَاِنَّ الْمَقْصُوْدَ مِنَ الدُّعَاءِ اَلْإِجَابَةُ وَمِنَ الذِّكْرِ اَلنِّسْيَانُ عَمَّا يَشْغُلُهُ مِنَ الْعَزِيْزِ الْمَنَّانِ حَتّٰى يَسْقُطَ عَنْ بَصِيْرَتِهٖ نَفْسُ

[1] أى: لم يتحمل على نفسه جهرا ومشقة بالجهر المفرط لقوله تعالى: (ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بين ذلک سبيلا) (التعليق الممجد، حاشية مؤطا امام محمد، تحت حديث رقم ۱۳۵، بَابُ الْجَهْرِ فِى الْقِرَاءَ ةِ فى الصلاة وما يُسْتحبُّ من ذلک)

Idara Ghufran

الذِّکْرِ بَلِ الذَّاکِرُ اَیْضًا وَلَا یَبْقٰی فِیْ بَصِیْرَتِہٖ اِلَّا الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (التفسیر المظھری، ج۳ص ۴۵۴،تحت آیت ۲۰۵، من سورۃ الاعراف)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کو جہر کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں کثرت سے احادیث اور صحابہ اور تابعین کے اتنے آثار ہیں، کہ جو شمار سے زیادہ ہیں، لیکن اس شخص کے حق میں کہ جس کو ریاکاری اور عُجب وخود پسندی وغیرہ جیسے قبائح (اور برائیوں کے لازم آنے) کا خوف نہ ہو، اور نہ دوسرے لوگوں کو ایذاء پہنچے کہ ان پر ان کی نماز میں التباس اور اختلاط پیدا ہو جائے، پس جو شخص ان میں سے کسی چیز کا خوف رکھتا ہے، تو اس کے لئے جہر جائز نہیں، اور اگر خوف نہیں رکھتا، تو جہر مستحب ہے، پھر اگر قرآن مجید کی قرأت چند ایسے لوگوں میں ہو، جو سب اکٹھے ہوں، اور قرآن مجید کو سن رہے ہوں، تو اس میں جہر کے مستحب ہونے کی تاکید ہوگی، لیکن جہر کی انتہاء جائز نہ ہوگی، اور نہ ہی یہ چیز جائز ہے کہ آدمی اپنے آپ کے لئے (نہ کہ کسی کو سنانے کے لئے) جہر کرنے میں مجاہدہ کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ’’وَدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ‘‘ اور امام محمد نے مؤطا میں امام مالک سے اور انہوں نے اپنے چچا ابو سہیل سے، اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز میں جہری قرأت فرماتے تھے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی قرأت دارِ ابی جہیم تک سنائی دیتی تھی، پھر امام محمد نے فرمایا کہ نماز میں قرآن کو جہراً پڑھنا اُن نمازوں میں بہتر ہے، جن میں قرآن مجید کو جہراً پڑھا جاتا ہے، جب تک کہ آدمی اپنے ساتھ مجاہدہ (مشقت وغلو) نہ کرے۔ واللہ اعلم۔ اور اگر یہ شبہ کیا جائے کہ ذکر اور دعاء تو جہراً کرنا بدعت ہے، اور ان کو خفیہ کرنا سنت ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے قول ’’اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً‘‘ کی تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے۔ [1]

---

[1] جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

ثم اجمع العلماء علی ان الذکر سرا ھو الأفضل والجھر بالذکر بدعۃ الا فی مواضع مخصوصۃ مسّت الحاجۃ فیھا الی الجھر بہ کالاذان والاقامۃ وتکبیرات التشریق وتکبیرات الانتقال فی الصلاۃ للامام والتسبیح للمقتدی إذا ناب نائبۃ والتلبیۃ فی الحج ونحو ذلک (التفسیر المظھری، ج۳ص ۳۶۱، تحت آیت ۵۵ من سورۃ الاعراف)

تو پھر ذکر اور قرآن مجید کی قرأت میں کیا فرق ہوا (کہ اس میں جہر کو بدعت کے بجائے مستحب قرار دیا گیا ہے) جب کہ قرأت بھی ذکر ہے؟

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ قرآن مجید دراصل وعظ اور ایسے قصوں پر مشتمل ہے، جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے، اور شریعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں، نیز قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب اور انداز بھی معجزانہ ہے، جو کمزور دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ کرلاتا ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ(سورة التوبة آيت ٦)

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجئے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے'' [1]

اور کلام اللہ کی، زبان سے قرأت کرنا اس (دوسرے) ذکر سے زائد عبادت ہے، جو کہ دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے، اور اس (کلامُ اللہ) کا دوسرے کو سنانا ایک الگ عبادت ہے، جو رحمٰن کے نزدیک مرغوب ہے، بخلاف ذکر اور دعاء کے (کہ یہ دوسرے کو سنانا عبادت نہیں، بلکہ صرف دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے) کیونکہ دعاء سے مقصود قبولیت اور ذکر سے مقصود ان چیزوں کو بھلا دینا ہے، جو اسے اللہ عزیز منان سے غافل کردیں، یہاں تک کہ اس کی خود ذکر بلکہ ذکر کرنے والے سے بھی توجہ ہٹ کر اس کی توجہ میں صرف اور صرف اللہ واحد قہار ہی باقی رہ جائے (لہٰذا اس کے لئے نہ دوسرے کو سنانے کی ضرورت ہے، اور نہ مجمع کی) (تفسیر مظہری)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید دوسرے کو سنانے کے لئے جہراً پڑھنا اور تلاوت کرنا بھی تذکیر وتبلیغ میں داخل ہے، اور اس کی حیثیت دوسرے اذکار کی طرح نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی سماعت کا حکم ہے، اور قرآن مجید کی تلاوت کی طرح اس کی سماعت بھی مقصود ومطلوب ہے، جیسا کہ تراویح میں قرآن مجید کا پڑھنا اور سننا دونوں مقصود ہیں۔

لیکن قرآن مجید کی طرح دوسرے اذکار کی سماعت کا حکم نہیں، بلکہ ان میں اصل مقصود ان کا کرنا ہے۔

---

[1] مشرکین کو پناہ دینے کی غایت کلامُ اللہ کی سماعت کو فرمایا گیا ہے۔

Idara Ghufran

علامہ ابنِ قیم فرماتے ہیں کہ:

وَالْمَقْصُوْدُ أَنَّ سِمَاعَ خَاصَّةِ الْخَاصَّةِ الْمُقَرَّبِيْنَ هُوَ سِمَاعُ الْقُرْآنِ بِالِاعْتِبَارَاتِ الثَّلَاثَةِ :إِدْرَاكًا وَفَهْمًا، وَتَدَبُّرًا، وَإِجَابَةً .وَكُلُّ سِمَاعٍ فِي الْقُرْآنِ مَدَحَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ وَأَثْنٰى عَلَيْهِمْ، وَأَمَرَ بِهٖ أَوْلِيَاءَهٗ فَهُوَ هٰذَا السِمَاعُ. وَهُوَ سِمَاعُ الْآيَاتِ، لَا سَمَاعَ الْأَبْيَاتِ، وَسَمَاعُ الْقُرْآنِ، لَا سَمَاعَ مَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ، وَسَمَاعُ كَلَامِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ لَا سَمَاعَ قَصَائِدِ الشُّعَرَاءِ، وَسَمَاعُ الْمَرَاشِدِ، لَا سَمَاعُ الْقَصَائِدِ، وَسَمَاعُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، لَا سَمَاعَ الْمُغَنِّيْنَ وَالْمُطْرِبِيْنَ .فَهٰذَا السَّمَاعُ حَادٍ يَحْدُو الْقُلُوْبَ إِلٰى جِوَارِ عَلَّامِ الْغُيُوْبِ، وَسَائِقٌ يَسُوْقُ الْأَرْوَاحَ إِلٰى دِيَارِ الْأَفْرَاحِ، وَمُحَرِّكٌ يُثِيْرُ سَاكِنَ الْعَزَمَاتِ إِلٰى أَعْلَى الْمَقَامَاتِ وَأَرْفَعِ الدَّرَجَاتِ، وَمُنَادٍ يُنَادِيْ لِلْإِيْمَانِ، وَدَلِيْلٌ يَسِيْرُ بِالرَّكْبِ فِيْ طَرِيْقِ الْجِنَانِ، وَدَاعٍ يَدْعُو الْقُلُوْبَ بِالْمَسَاءِ وَالصَّبَاحِ، مِنْ قِبَلِ فَالِقِ الْإِصْبَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ .فَلَمْ يُعْدَمْ مَنِ اخْتَارَ هٰذَا السَّمَاعَ إِرْشَادًا لِحُجَّةٍ، وَتَبْصِرَةً لِعِبْرَةٍ، وَتَذْكِرَةً لِمَعْرِفَةٍ، وَفِكْرَةً فِيْ آيَةٍ، وَدَلَالَةً عَلٰى رُشْدٍ، وَرَدًّا عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَإِرْشَادًا مِنْ غَيٍّ، وَبَصِيْرَةً مِنْ عَمًى، وَأَمْرًا بِمَصْلِحَةٍ، وَنَهْيًا عَنْ مُضَرَّةٍ وَمَفْسَدَةٍ، وَهِدَايَةً إِلٰى نُوْرٍ، وَإِخْرَاجًا مِنْ ظُلْمَةٍ، وَزَجْرًا عَنْ هَوًى، وَحَثًّا عَلٰى تُقًى، وَجَلَاءً لِبَصِيْرَةٍ، وَحَيَاةً لِقَلْبٍ، وَغِذَاءً وَدَوَاءً وَشِفَاءً، وَعِصْمَةً وَنَجَاةً، وَكَشْفَ شُبْهَةٍ، وَإِيْضَاحَ بُرْهَانٍ، وَتَحْقِيْقَ حَقٍّ، وَإِبْطَالَ بَاطِلٍ (مدارج السالکین .لابن قیم،ج ا ،ص ۴۸۳،فَصْلٌ السَّمَاعُ الَّذِی یَمْدَحُهُ اللّٰہُ)

ترجمہ:مقصود یہ ہے کہ خاص الخاص مقربین کا سماع وہ قرآن ہی کا سماع ہے،تینوں جہات سے،سمجھ اور فہم کے اعتبار سے،اور غور وفکر کے اعتبار سے،اور قبولیت کے اعتبار سے،اور قرآن کے سب سماع کرنے والوں کی اللہ نے تعریف بیان کی ہے،اوران کی خوبی بیان کی ہے،اوراپنے ولیوں کواس کاحکم دیاہے،پس وہ یہی سماع ہے۔اور یہ آیات کا سماع ہے،نہ کہ

اشعار کا سماع، اور قرآن کا سماع ہے، نہ کہ شیطانی باجوں کا سماع، اور آسمان اور زمین کے رب کے کلام کا سماع ہے، نہ کہ شاعروں کے قصیدے کا سماع، اور ہدایت والی چیزوں کا سماع ہے، نہ کہ قصیدوں کا سماع، اور انبیاء اور رسولوں کا سماع ہے، نہ کہ گویّوں اور قوّالوں کا سماع۔

پس یہ سماع ایسی ’’حدی‘‘ ہے، جو دلوں کو علامُ الغیوب کی جوارِ رحمت کی طرف دوڑاتی ہے، اور ایسی سواری ہے، جو روحوں کو خوشی والے گھر کی طرف لے کر چلتی ہے، اور ایسی حرکت دینے والی ہے، جو ٹھہرے ہوئے ارادوں کو اعلیٰ مقامات کی طرف اور بلند درجات کی طرف حرکت دیتی ہے، اور ایسی منادی ہے، جو ایمان کی نداء دیتی ہے، اور ایسی دلیل ہے، جو سوار کو جنت کے راستوں پر چلاتی ہے، اور ایسی داعی ہے، جو دلوں کو صبح اور شام دعوت دیتی ہے، صبح کو پیدا کرنے والے کی جانب سے کہ آؤ کامیابی کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف۔

پس جو اس سماع کو اختیار کرے گا، وہ دلیل کی ہدایت سے محروم نہیں رہے گا، اور عبرت حاصل کرنے سے محروم نہیں ہوگا، اور معرفت کو یاد کرنے سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور نشانی میں غور کرنے سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور ہدایت کی دلیل سے بھی محروم نہیں ہوگا، اور گمراہی سے واپس لوٹنے سے اور سرکشی سے ہدایت پانے سے اور اندھے پن کے دیکھنے سے اور مصلحت کے حکم سے اور مضرّت اور مفسدہ کے رکنے سے، اور نور کی ہدایت سے، اور ظلمت سے نکلنے سے، اور خواہش کی تنگی سے، اور تقویٰ پر اُبھار سے، اور بصیرت کی روشنی سے، اور دل کی حیات سے، اور غذا اور دواء اور شفاء سے، اور حفاظت اور نجات سے، اور شبہ کے دور ہونے سے، اور برھان کے واضح ہونے سے، اور حق کی تحقیق سے، اور باطل کے بطلان سے بھی محروم نہیں ہوگا (مدارج السالکین)

اور نصابُ الاحتساب میں ہے کہ:

إِنْ كَانَ السَّمَاعُ سَمَاعَ الْقُرْآنِ أَوِ الْمَوْعِظَةِ يَجُوْزُ وَيُسْتَحَبُّ وَإِنْ كَانَ سِمَاعَ الْغِنَاءِ فَهُوَ حَرَامٌ لِأَنَّ التَّغَنِّيَ وَاسْتِمَاعَ الْغِنَاءِ حَرَامٌ أَجْمَعَ عَلَيْهِ الْعُلَمَاءُ وَبَالَغُوْا فِيْهِ (نِصَابُ الِاحْتِسَابِ، ج۱، ص۱۲۳، اَلْبَابُ السادس)

ترجمہ: اگر سماع قرآن کا سماع ہو، یا وعظ کا سماع ہو، تو جائز بلکہ مستحب ہے، اور اگر گانے کا

سماع ہو، تو وہ حرام ہے، اس لئے کہ گانے کو گانا اور گانے کو سننا حرام ہے، جس پر علماء کا اجماع ہے، اور اس پر انہوں نے بہت سختی کی ہے (نصاب الاحتساب)

اور امام نووی فرماتے ہیں کہ:

اِعْلَمْ أَنَّ جَمَاعَاتٌ مِّنَ السَّلْفِ كَانُوْا يَطْلُبُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ الْقِرَاءَ ةِ بِالْأَصْوَاتِ الْحَسَنَةِ أَنْ يَّقْرَؤُوْا وَهُمْ يَسْتَمِعُوْنَ وَهٰذَا مُتَّفَقٌ عَلٰى اِسْتِحْبَابِهٖ وَهُوَ عَادَةُ الْأَخْيَارِ وَالْمُتَعَبِّدِيْنَ وَعِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ. وَهِيَ سُنَّةٌ ثَابِتَةٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.......... وَقَدْ اِسْتَحَبَّ الْعُلَمَاءُ أَنْ يَّسْتَفْتِحَ مَجْلِسَ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيَخْتِمَ بِقِرَاءَ ةِ قَارِءٍ حَسَنِ الصَّوْتِ مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ إِنَّهُ يَنْبَغِيْ لِلْقَارِءِ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاطِنِ اَنْ يَّقْرَأَ مَا يَلِيْقُ بِالْمَجْلِسِ وَيُنَاسِبُهُ وَأَنْ تَكُوْنَ قِرَاءَ تُهُ فِيْ آيَاتِ الرَّجَاءِ وَالْخَوْفِ وَالْمَوَاعِظِ وَالتَّزْهِيْدِ فِي الدُّنْيَا وَالتَّرْغِيْبِ فِي الْآخِرَةِ وَالتَّأْهِيْبِ لَهَا وَقَصْرِ الْأَمَلِ وَمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ (التبیان فی آداب حملة القرآن، فصل فی استحباب تحسین الصوت بالقراءة)

ترجمہ: یہ بات جان لینی چاہئے کہ سلف کی جماعت کے لوگ قرّاء حضرات سے اچھی آواز کے ساتھ قرائت کرایا کرتے تھے، اور وہ قرآن کی قرائت کو سنا کرتے تھے، اور اس کے مستحب ہونے پر اتفاق ہے، اور یہ نیک اور عبادت گزار لوگوں اور اللہ کے صالح بندوں کی عادت ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ سنت ہے............اور علماء نے اس بات کو مستحب قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مجلس کی ابتداء اور اس کا اختتام اچھی آواز والے قاری کی قرائت پر ہونا چاہئے، جو بھی قرآن کی قرائت بآسانی کی جاسکے، البتہ ان مواقع پر قاری کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ایسی قرائت کرے، جو اس مجلس کی شان اور مناسبت کے لائق ہو، اور یہ کہ اس کی قرائت امید اور خوف اور مواعظ اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت اور اس کے ڈر اور دنیا کی حرص کے خاتمہ اور اچھے اخلاق کے مضامین پر مشتمل ہو (تبیان)

اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ:

وَقَدُ تَقَدَّمَ فِيُ بَابِ مَنُ لَمُ يَتَغَنَّ بِالُقُرُآنِ نَقُلُ الُإِجُمَاعِ عَلٰى اسُتِحُبَابِ سَمَاعِ الُقُرُآنِ مِنُ ذِي الصَّوُتِ الُحَسَنِ وَأَخُرَجَ بُنُ أَبِيُ دَاوُدَ مِنُ طَرِيُقِ بُنِ أَبِيُ مُسُجِعَةَ قَالَ كَانَ عُمَرُ يُقَدِّمُ الشَّابَّ الُحَسَنَ الصَّوُتِ لِحُسُنِ صَوُتِهٖ بَيُنَ يَدَيِ الُقَوُمِ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۹، ص ۹۲، قوله باب الترجیع)

ترجمہ: اور''مَنُ لَمُ يَتَغَنَّ بِالُقُرُآنِ'' کے باب میں گزر چکا ہے کہ قرآن کو اچھی آواز والے قاری سے سننے کے مستحب ہونے پر اجماع ہے، اور ابنِ ابی داؤد نے، ابنِ ابی مسجعہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اچھی آواز والے نوجوان کو، اس کی اچھی آواز کی وجہ سے لوگوں کے سامنے (قرائت کے لئے) پیش کیا کرتے تھے (فتح الباری)

اور علامہ ابنِ بطال فرماتے ہیں کہ:

إِنَّمَا فَضُلُ الصَّفِّ الُأَوَّلِ عَلٰى غَيُرِهٖ، وَاللّٰهُ أَعُلَمُ، لِلُقُرُبِ مِنُ سَمَاعِ الُقُرَآنِ إِذَا جَهَرَ الُإِمَامُ وَالتَّكُبِيُرِ عِنُدَ تَكُبِيُرِهٖ وَالتَّأمِيُنِ عِنُدَ فِرَاغِهٖ مِنُ فَاتِحَةِ الُكِتَابِ

(شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۲، ص ۳۴۶، باب الصف الأول)

ترجمہ: پہلی صف کی دوسری صف پر فضیلت کی وجہ ''واللہ اعلم'' یہ ہے کہ امام کے قریب ہونے کی وجہ سے امام کی قرائت کی سماعت ہوتی ہے، جب کہ امام جہری قرائت کرے، اور امام کی تکبیر کے وقت میں تکبیر ہوتی ہے، اور امام کے سورہ فاتحہ سے فراغت کے وقت آمین ہوتی ہے (ابن بطال)

اور تفسیرِ مظہری میں ہے کہ:

عِنُدَ اِسُتِمَاعِ الُقُرُآنِ وَتِلَاوَتِهٖ تَتَنَزَّلُ الُبَرَكَاتُ الُاَصُلِيَّةُ اَلُمُتَعَلَّقَةُ بِالتَّجَلِّيَاتِ الذَّاتِيَةِ وَالصِّفَاتِ الُحَقِيُقِيَّةِ (التفسیر المظھری، ج۸، ص ۲۰۹، سورة الزمر)

ترجمہ: قرآن سننے اور اس کی تلاوت کے وقت بلا واسطہ برکات نازل ہوتی ہیں، جو تجلیاتِ ذاتی اور صفاتِ حقیقی سے تعلق رکھتی ہیں (تفسیر مظہری)

اس قسم کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری سے قرآن مجید کی قرائت کا سننا شرعاً مطلوب ومحمود ہے۔

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی سماعت، شعر اور گانے کی سماعت کا عمدہ متبادل ہے، اور جو شخص شعر اور گانے

سننے کا عادی ہوجاتا ہے، اس کو قرآن کی سماعت کی رغبت نہیں رہتی۔

چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

فَالْعَبْدُ إِذَا أَخَذَ مِنْ غَيْرِ الْأَعْمَالِ الْمَشْرُوْعَةِ بَعْضَ حَاجَتِهٖ قُلَّتْ رَغْبَتُهٗ فِي الْمَشْرُوْعِ وَانْتِفَاعُهٗ بِهٖ بِقَدْرِ مَا اعْتَاضَ مِنْ غَيْرِهٖ بِخِلَافِ مَنْ صَرَفَ نُهْمَتَهٗ وَهِمَّتَهٗ إِلَى الْمَشْرُوْعِ فَإِنَّهٗ تَعْظُمُ مَحَبَّتُهٗ لَهٗ وَمَنْفَعَتُهٗ بِهٖ وَيَتِمُّ دِيْنُهٗ بِهٖ وَيَكْمُلُ إِسْلَامُهٗ . وَلِهٰذَا تَجِدُ مِنْ أَكْثَرِ مِنْ سَمَاعِ الْقَصَائِدِ لِطَلَبِ صَلَاحِ قَلْبِهٖ تَنْقُصُ رَغْبَتُهٗ فِيْ سَمَاعِ الْقُرْآنِ حَتّٰى رُبَمَا يَكْرَهُهٗ (اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم، لابن تيمية، ج ۱، ص ۲۱۷)

ترجمہ: پس بندہ جب اپنی کسی حاجت میں غیر شرعی اعمال کو اختیار کرتا ہے، تو شرعی اعمال میں اس کی رغبت کم ہوجاتی ہے، اور اس سے نفع اٹھانا بھی کم ہوجاتا ہے، جتنا بھی وہ غیر شرعی کام کو اختیار کرتا ہے (اسی نسبت سے اس میں شرعی اعمال کی رغبت میں کمی واقع ہوتی ہے) اور اس کے برخلاف جو شخص اپنی توجہ اور ہمت کو شرعی کام میں خرچ کرتا ہے، تو اس کام سے اس کی محبت بڑھ جاتی ہے، اور اس سے فائدہ اٹھانے کی مقدار میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے اس کا دین پورا اور اسلام مکمل ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے جو لوگ اپنے دل کی اصلاح کی غرض سے قصائد اور اشعار (قوالیاں وغیرہ) سنتے ہیں، ان میں سے اکثر کو آپ اس حال میں پائیں گے کہ ان کے قرآن سننے کی رغبت کم ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات قرآن کے سننے سے (ان کو) کراہیت ہونے لگتی ہے (اقتضاء)

اور علامہ ابنِ تیمیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

اَلْقَلْبُ إِذَا تَعَوَّدَ سَمَاعَ الْقَصَائِدِ وَالْأَبْيَاتِ وَالْتَذَّ بِهَا حَصَلَ لَهٗ نُفُوْرٌ عَنْ سِمَاعِ الْقُرْآنِ وَالْآيَاتِ فَيَسْتَغْنِيْ بِسِمَاعِ الشَّيْطَانِ عَنْ سِمَاعِ الرَّحْمٰنِ (مجموع الفتاوی، لابن تيمية، ج ۱۱، ص ۵۳۲)

ترجمہ: دل جب قصیدوں اور شعروں کے سننے کا عادی ہوجاتا ہے، اور ان سے لذت محسوس کرتا ہے، تو اسے قرآن اور اس کی آیات کے سننے سے نفرت ہونے لگتی ہے، پھر وہ رحمٰن کے

Idara Ghufran

سماع (یعنی قرآن کے سماع) سے بے نیاز ہو کر شیطان کے سماع کا ہو جاتا ہے (مجموع الفتاویٰ)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی دوسرے سے سماعت باعثِ فضیلت عمل ہے۔

لیکن یہ شرط ہے کہ اس موقع پر کوئی آلۂ موسیقی استعمال نہ کیا جائے، اور قرآن مجید کی قرائت موسیقی کے طرز پر نہ ہو، بلکہ تجوید کے اصولوں کا لحاظ کر کے ہو، جو کہ مقصود ہے، پھر اوپر سے قاری کی آواز اور لہجہ کا اچھا ہونا بھی محمود ہے، اور یہ بھی شرط ہے کہ قاری اخلاص کے ساتھ قرائت کرے، نام آوری یا مال طلبی پیشِ نظر نہ ہو۔

حضرت عابس غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: بَادِرُوْا بِالْمَوْتِ سِتًّا :إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيْعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْآنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَهُ يُغَنِّيهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا

(مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٦٠٤٠) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ چھ چیزوں سے پہلے موت پر سبقت کرو (یعنی ان چیزوں کے ایجاد ہونے سے پہلے موت بہتر ہے) ایک تو بیوقوفوں کی حکومت سے، دوسرے پولیس کی کثرت سے، تیسرے فیصلوں کی خرید وفروخت سے، چوتھے خون (بہانے) کو ہلکا سمجھنے سے، پانچویں قطع رحمی سے، چھٹے ایسی (نوخیز) نسل کے لوگوں سے جو قرآن کو گانا بنائیں گے، گانے والے کو اپنے آگے کریں گے، اگرچہ یہ (قرآن کو گانے والا) ان میں دین کی سمجھ کے اعتبار سے کم ترین ہوگا (مسند احمد)

مشکاۃ کی شرح مرقاۃ میں ہے کہ:

وَأَمَّا التَّغَنِّيْ بِحَيْثُ يُخِلُّ بِالْحُرُوْفِ زِيَادَةً وَنُقْصَانًا فَهُوَ حَرَامٌ يَفْسُقُ بِهِ الْقَارِئُ وَيَأْثَمُ بِهِ الْمُسْتَمِعُ وَيَجِبُ إِنْكَارُهُ فَإِنَّهُ مِنْ أَسْوَأِ الْبِدَعِ وَأَفْحَشِ الْإِبْدَاعِ (مرقاة المفاتيح، ج۴، ص ۱۵۰۱، كتاب فضائل القرآن)

ترجمہ: اور قرآن کو اس طرح گا کر پڑھنا جو قرآن کے حروف میں خلل پیدا کر دے، خواہ حروف زیادہ کر کے یا کم کر کے، تو یہ حرام ہے، اس طرح سے قرائت کرنے والا فاسق (اور

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

گناہ گار) ہے، اوراس کی قراءت کو سننے والا بھی گناہ گار ہے، جس پر نکیر واجب ہے، کیونکہ یہ بدعتوں میں بری ترین اور فاحش ترین بدعت ہے (مرقاۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ (فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ) فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُوْنُ خَلْفٌ مِنْ بَعْدِ سِتِّيْنَ سَنَةً أَضَاعُوْا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، ثُمَّ يَكُوْنُ خَلْفٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَمُنَافِقٌ وَفَاجِرٌ قَالَ بَشِيْرٌ: فَقُلْتُ لِلْوَلِيْدِ: مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ؟ فَقَالَ: اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ، وَالْفَاجِرُ يَتَأَكَّلُ بِهٖ، وَالْمُؤْمِنُ يُؤْمِنُ بِهٖ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے (سورہ مریم کی یہ) آیت تلاوت فرمائی کہ "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ" (یعنی پھر ایسے بُرے پیروکار آئیں گے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے بُرے پیروکار آئیں گے، جو نماز کو ضائع کریں گے، اور اپنی خواہشوں کی اتباع کریں گے، سو یہ لوگ عنقریب ہلاکت میں مبتلا ہوں گے، پھر اس کے بعد ایسے بُرے پیروکار لوگ آئیں گے، جو قرآن کو پڑھیں گے، مگر قرآن اِن کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور قرآن کو تین قسم کے لوگ پڑھتے ہیں، ایک مومن، دوسرے کافر، تیسرے فاجر (یعنی گناہ گار)۔

بشیر (راوی) کہتے ہیں کہ میں نے ولید (راوی) سے عرض کیا کہ یہ تین قسم کے لوگ کون سے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ منافق تو (اللہ کے نزدیک) کافر ہے (کہ اس کا دل سے قرآن پر ایمان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ زبان سے قرآن کے الفاظ کی تلاوت کرے) اور فاجر (یعنی گناہ گار) قرآن کے ذریعہ سے کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور مومن اس پر (اخلاص کے ساتھ)

---

[1] رقم الحديث ٣٤١٦، كتاب التفسير، تفسير سورة مريم، ج ٢ ص ٤٠٦، واللفظ له، مسند احمد، رقم الحديث ١١٣٤٠.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح رواته حجازيون وشاميون أثبات ولم يخرجاه .

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح.

فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن.

ایمان لاتا ہے(حاکم)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَسَلُوْا بِهِ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَنْ يَّتَعَلَّمَ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ بِهِ الدُّنْيَا، فَإِنَّ الْقُرْآنَ يَتَعَلَّمُهُ ثَلَاثَةٌ: رَجُلٌ يُبَاهِيْ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَسْتَأْكِلُ بِهٖ، وَرَجُلٌ يَقْرَأُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۲۳۸۹) ؎1

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم قرآن کی تعلیم حاصل کرو، اور اس کے ذریعہ سے جنت کا سوال کرو، اس سے پہلے کہ کچھ لوگ قرآن کی تعلیم حاصل کریں، جس کے ذریعہ سے دنیا (یعنی پیسہ اور مال) کا سوال کریں، پس قرآن کی تعلیم تین قسم کے لوگ حاصل کرتے ہیں، ایک آدمی تو اس کے ذریعہ سے تکبر (یعنی بڑائی، شہرت اور نام آوری کو اختیار) کرتا ہے، اور ایک آدمی اس کے ذریعہ سے (مال) کھاتا (اور مال بٹورتا) ہے، اور ایک آدمی اللہ عزوجل کی رضا کے لئے قرائت کرتا ہے (بیہقی)

اور یہ بھی شرط ہے کہ قرآن کی قرائت کے وقت ادب واحترام کا لحاظ ہو، اور کوئی غیر شرعی حرکت نہ ہو، مثلاً چیخنا، چلانا وغیرہ۔ ؎2

؎1 قال الالبانی: وهذا سند ضعيف، من أجل ابن لهيعة، فإنه سيىء الحفظ، لكنه لم يتفرد به كما يأتى فالحديث جيد .وأبو الهيثم اسمه سليمان بن عمرو العتوارى المصرى(سلسلة الأحاديث الصحيحة،رقم الحديث۲۵۸)

؎2 والألحان تكره فى الشعر فكيف فى القرآن.

فمن قصد إلى سماع القرآن بالصوت الحسن والقراءة المجودة فهو حسن(المقدمات الممهدات،لابى الوليد محمد بن أحمد بن رشد القرطبى، ج۳،ص ۴۶۳،فصل فى قراءة القرآن بالألحان)

وأما سماع القرآن بالحون المرجعة كترجيع الغناء فمن أقبح ما يسمع وأبشع ما يسمع لا سيما إذا كان يؤدى لتغيير نظم القرآن أو تضييع حروفه وإبدال بعضها أو إسقاطه أو يكون على هيئة تنفى الخشوع أو تدعو لنقيصة فإن ذلک كله ممنوع(شرح زروق على متن الرسالة لابن أبى زيد القيروانى،لشهاب الدين أبو العباس أحمد بن أحمد بن محمد بن عيسى البرنسى الفاسى،ج۲،ص ۱۰۳۱)

رَفْعُ الصَّوْتِ عِنْدَ سَمَاعِ الْقُرْآنِ وَالْوَعْظِ مَكْرُوهٌ، وَمَا يَفْعَلُهُ الَّذِينَ يَدَّعُونَ الْوَجْدَ وَالْمَحَبَّةَ لَا أَصْلَ لَهُ، وَيُمْنَعُ الصُّوفِيَّةُ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ وَتَخْرِيقِ الثِّيَابِ، كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ(الفتاوى الهندية، ج۵،ص ۳۱۹، كتاب الكراهية،الباب الرابع فى الصلاة والتسبيح ورفع الصوت عند قراءة القرآن)

اس کے بعد عرض ہے کہ بعض اہلِ علم حضرات نے لوگوں میں قرآن مجید کی تجوید کا شوق پیدا کرنے یا قرآن مجید کی عملی تبلیغ کرنے اور لوگوں کو تجوید کی تعلیم دینے کی غرض سے محافلِ قرائت منعقد کرنے کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ کوئی اور دوسری خرابی اس میں شامل نہ ہو۔

چنانچہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ محفلِ قرائت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

لوگوں میں تجویدِ قرآن کا شوق پیدا کرنا مقصود ہو تو جائز ہے۔

مگر مروجہ محافل میں عموماً درجِ ذیل مفاسد پائے جاتے ہیں:

(۱)......مردوں اور عورتوں کا بے حجابانہ اختلاط۔

(۲)......تصاویر کی لعنت۔

(۳)......خلافِ شرع دعوتیں۔

ان حالات میں احتراز لازم ہے (احسن الفتاویٰ جلد۸ صفحہ ۱۵۹، کتاب الحظر والاباحۃ)

اور مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب وغیرہ زید مجد ہم کی تصدیق سے جامعہ دارُالعلوم کراچی سے ایک فتویٰ جاری ہوا جس میں مذکور ہے کہ:

محافلِ حسنِ قرائت کا انعقاد فی نفسہٖ جائز ہے، اس میں قرآن پاک کی عملی تبلیغ اور سامعین کا فائدہ ہے، البتہ چند باتوں کو ملحوظ رکھنا بہر حال ضروری ہے۔

(۱)......تلاوتِ کلام اللہ میں تجوید کے قواعد کی مکمل رعایت رکھی جائے۔

(۲)......قرآنِ پاک کے آداب کا قاری و سامعین کو خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۳)......مسجد میں محفل ہونے کی صورت میں مسجد کا ادب ملحوظ رکھا جائے۔

(۴)......پڑھنے والی عورت یا امرد نہ ہو۔

(۵)......ان مجالس میں مرد و خواتین کا اختلاط نہ ہو۔

(۶)......لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کا بقدرِ ضرورت استعمال ہو، اس سے اہلِ محلّہ کو اذیت نہ پہنچے کہ کسی کی عبادت یا آرام میں خلل ہو۔

(۷)......ان محافل سے مقصود، اللہ عزوجل کی رضا اور دین کی طرف رغبت دلانا ہو، نہ کہ ریا،

نمود و نمائش اور دیگر زیبائش و آرائش کے لئے روشنی اور فضول خرچی نہ ہو۔

(۸)......قاری کی نیت صاف ہو، ریاء، سمعہ داد لینا یا تلاوت کا عوض مطلوب نہ ہو۔

(۹)......عوامی گزرگاہوں یا ایسی جگہوں پر محفل منعقد نہ کی جائے، جس سے لوگوں کو تکلیف ہو۔

(۱۰)......مجلسِ قرائت میں تالیاں نہ بجائیں۔

(۱۱)......تلاوت پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں، البتہ کسی دینی مصلحت سے کسی قاری صاحب کو دُور سے بلایا جائے، تو آمد و رفت اور خورد و نوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں (ماہنامہ ''البلاغ'' شوال ۱۴۲۴ھ/ دسمبر ۲۰۰۳ء صفحہ ۵۸۔ فتویٰ نمبر ۶۲۷/ ۴۱)

معلوم ہوا کہ مفاسد و منکرات سے بچتے ہوئے اور شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے، محفلِ حسنِ قرائت منعقد کرنا جائز ہے۔

البتہ بعض اہلِ علم حضرات نے دوسری خرابیوں سے قطع نظر کرتے ہوئے محفلِ قرائت کے منعقد کرنے کو ہی ناجائز قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس میں ایک مستحب عمل کے لئے تداعی پائی جاتی ہے۔[1]

---

[1] چنانچہ مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب زید مجدہٗ لاہور فرماتے ہیں کہ:

محفلِ قرائت کی مروّجہ صورت کے جواز کی کوئی دلیل موجود نہیں اور دیگر مفاسد سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کے عدمِ جواز کی اصل دلیل یہ ہے کہ اس میں ایک مستحب کام کے لئے تداعی ہوتی ہے جو بذاتِ خود صحیح نہیں............

قرآن پڑھنے اور سننے کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......تبلیغ کی، جیسا کہ قرآن پاک کے درس یا تجوید وغیرہ کی تعلیم میں ہوتی ہے کہ پڑھ کے بھی دکھایا جاتا ہے اور مشق بھی کرائی جاتی ہے۔

(۲)......ذکر کی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم مجھ کو قرآن پڑھ کر سناؤ، انہوں نے کہا کہ کیا میں آپ کو سناؤں، حالانکہ آپ پر تو قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں (محافل قرائت ص ۲۰)

اس صورت کو تعلیم پر محمول کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ ان دو میں سے پہلی صورت کی شرعی حیثیت واجب کی ہے، جبکہ دوسری صورت کی حیثیت مستحب کی ہے۔ ہماری بات سے یہ نتیجہ نکلا کہ قرآن پاک کی جو تلاوت دوسرے کے سامنے کی جائے اس کو یہ سمجھنا کہ وہ لامحالہ تبلیغ و تعلیم ہے، درست نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مگراس سلسلے میں ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ قرآن مجید کی ایک حیثیت وعظ ونصیحت اور تذکیر وتبلیغ کی ہے، جو عام ذکر سے زائد صفت ہے، لہٰذا قرآن کی تلاوت اور اس کی سماعت کو عام ذکر پر قیاس کر کے حسنِ قرائت کے لئے تداعی کو ناجائز قرار دینا بظاہر راجح نہیں ہے۔

اوراس سلسلہ میں ہمارے نزدیک ''دارالعلوم کراچی'' کا مذکورہ فتویٰ راجح ہے، جس میں شرائط کا بھی ذکر ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اب ہم کہتے ہیں کہ محفلِ قراءت میں قرآن پاک پڑھنے اور سننے کی صورت تعلیم وتبلیغ کی نہیں بلکہ ذکر کی ہوتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک تو مشاہدہ بتاتا ہے کہ محفل میں اکثر تعداد اُن علماء، قراء اور طلبہ کی ہوتی ہے جو قرآن پاک کو صحیح طریقے سے پڑھنے کو پہلے ہی جانتے ہیں۔ دوسرے عوام بھی ہوں تو اُن کے پیشِ نظر حسنِ صوت اور حسنِ لہجہ ہوتا ہے، اس پر محفل میں پڑھنے والے اگر یہ کہیں کہ ہم تو تعلیم وتبلیغ کی نیت سے پڑھتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ لوگ بھی اپنی قراءت کو بہتر بنانے کی نیت سے سنتے ہوں گے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں قرآن پاک اور اُس کی تجوید کی تعلیم کے طریقے متعین اور معروف ہیں۔ محفلِ قراءت میں تعلیم کا تصور سرے سے معروف نہیں، لہٰذا یک طرفہ نیت سے محفل کی شرعی حیثیت نہیں بدلے گی (فقہی مضامین صفحہ ۱۲۰، تا ۱۲۱، ملخصاً، مطبوعہ: نشریاتِ اسلام، کراچی، تاریخِ اشاعت: ۲۰۰۶)

ہمیں اس فائدے سے انکار نہیں، لیکن جب ہمیں مروّجہ محفلِ قراءت کی شرعی حیثیت معلوم ہوگئی کہ ناجائز ہے تو اس فائدے کو حاصل کرنے کے لئے ناجائز کو ذریعہ بنانا درست نہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے میلاد النبی کے سلسلہ میں مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی مکاتبت میں تحریر فرمایا کہ:

''فی الحقیقت جو امرِ خیر کہ بذریعہ نامشروع حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے''

ورنہ تو محفلِ میلاد جو تداعی کر کے منعقد کی گئی ہو اُس میں بھی یہ فائدہ ہے کہ اُس کے ذریعہ سے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت معلوم کرنے کا شوق دلایا جا سکتا ہے (ایضاً صفحہ ۱۲۲)

صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے فارغ اوقات مسجد میں گزارتے تھے اور اس طرح مختلف حلقے خود بخود لگ جاتے تھے اور کسی بھی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ ذکر اور بصورتِ ذکر تلاوت کے لئے تداعی کی گئی ہو (ایضاً صفحہ ۱۲۳)

متبادل طریقے

(۱)......مسجد کے امام وخطیب اگر خود اچھے قاری ہوں تو وہ کبھی کبھی نماز کے علاوہ بھی نماز سے متصل بعد لوگوں کو ایک دو رکوع اچھے انداز سے پڑھ کر سنا دیں۔

(۲)......کبھی کوئی مہمان قاری آئے ہوں تو اُن سے پڑھوالیں۔

(۳)......جن قاری صاحبان کے نزدیک اس طرح سے تبلیغ کی ضرورت ہے وہ وقتاً فوقتاً دوسری مساجد میں جا کر کسی تشہیر کے بغیر نماز کے بعد موجود لوگوں کو قرآن پاک سنائیں (فقہی مضامین صفحہ ۱۲۳، ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' اپریل ۲۰۰۶، صفحہ ۳۳)

چنانچہ تراویح میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت مستقل عبادت ہے، جس کے لئے تداعی مشروع ہے، برخلاف دیگر عام سنن ونوافل کے کہ ان میں حنفیہ کے نزدیک تداعی مشروع نہیں، اور تداعی کی کراہت کو حنفیہ نے خود نوافل پر قیاس کیا ہے۔ فافترقا۔ [1]

جیسا کہ اس کے تفصیلی دلائل پہلے ذکر کئے جاچکے ہیں، اور صاحبِ مظہری کا یہ قول بھی گزرچکا ہے کہ:

اَلْقُرْآنُ مُشْتَمِلٌ عَلَى الْوَعْظِ وَالْقِصَصِ الْمُوْجِبَةِ لِلْعِبْرَةِ وَالْاَحْكَامِ وَنَظْمُهٗ مُعْجَزٌ جَاذِبٌ لِلْقُلُوْبِ السَّقِيْمَةِ اِلَى الْإِسْلَامِ وَلِذَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ وَقِرَاءَ تُهٗ بِاللِّسَانِ عِبَادَةٌ زَائِدَةٌ عَلَى الذِّكْرِ الَّذِیْ هُوَ عِبَادَةٌ عَنْ طَرْدِ الْغَفْلَةِ عَنِ الْجَنَانِ وَإِسْمَاعُهٗ غَيْرَهٗ عِبَادَةٌ أُخْرٰى مَرْغُوْبَةٌ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ بِخِلَافِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ (التفسير المظهرى،

---

[1] البتہ جب مقصود قرآن مجید کی تلاوت ہو، نہ کہ سماعت، تو بذاتِ خود تلاوت کے لئے تداعی واجتماع فقہائے کرام کے نزدیک مکروہ وبدعت ہے، کیونکہ اس کی حیثیت ذکرِ محض کی ہے نہ کہ تذکیر کی۔

چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

قِرَاءَةُ الْكَافِرُوْنَ إِلَى الْآخِرِ مَعَ الْجَمْعِ مَكْرُوْهَةٌ لِأَنَّهَا بِدْعَةٌ لَمْ تُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَا عَنِ التَّابِعِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ كَذَا فِي الْمُحِيْطِ (الفتاوىٰ الهندية، الباب الرابع فى الصلاة)

اور علامہ ابنِ حاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَمَّا الْحُفَّاظُ يَجْتَمِعُوْنَ لِلْقِرَاءَةِ يَقْرَءُ وْنَ مَعًا لِلثَّوَابِ فَلَيْسَ مِنْ فِعْلِهِمْ وَلَا بِمَرْوِيٍّ عَنْهُمْ (المدخل لابن الحاج جلد ا فصل فى العالم وكيفية نيته)

اور المحیط البرہانی میں ہے کہ:

قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لأجل المهمات مخافته أو جهراً مع الجمع مكروهة، وكذلك قراءة الكافرون مع الجمع مكروهة؛ لأنها بدعة لم ينقل عن الصحابة، وعن التابعين رضوان الله عليهم أجمعين (المحيط البرهانى، ج۵ ص ۲ ۳۱، كتاب الاستحسان والكراهية ،الفصل الرابع فى الصلاة، والتسبيح، وقراءة القرآن، والذكر الخ، دارالكتب العلمية، بيروت)

اور امداد الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے کہ:

سوال: سال کے اکثر حصوں میں بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کے لئے لوگوں کو جمع کرکے بلا کسی خاص انتظام واوقاتِ متعینہ کے قرآن شریف پڑھا جاوے تو جائز ہے یا نہیں، اگر جائز ہے تو اپنے دوست واحباب کو شمولیت کے لئے کہنا کیسا ہے؟

الجواب: یہ تداعی ہے غیر مقصود کے لئے جو بدعت اور مکروہ ہے، ۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ (امداد الفتاویٰ، ج۱ صفحہ ۵۳۹، ۵۴۰، باب الجنائز، وجلد۴ صفحہ ۶۰۵ و ۶۰۶)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ ''اجتماعی ذکر کی مجالس کا حکم'' اور ''مجالسِ ذکر واحادیثِ ذکر''

ج۳ص ۴۵۴،تحت آیت ۲۰۵، من سورة الاعراف)

ترجمہ: قرآن مجید دراصل وعظ اور ایسے قصوں پر مشتمل ہے، جن سے عبرت حاصل ہوتی ہے،اور شریعت کے احکام معلوم ہوتے ہیں، نیز قرآن مجید کے الفاظ کی ترتیب اور انداز بھی معجزانہ ہے، جو کمزور دلوں کو اسلام کی طرف کھینچ کر لاتا ہے،اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ(سورة التوبة آیت ٦)

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے دیجئے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے''

اور کلامُ اللہ کی، زبان سے قرائت کرنا اس (دوسرے) ذکر سے زائد عبادت ہے، جو کہ دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے، اور اس (کلامُ اللہ) کا دوسرے کو سنانا ایک الگ عبادت ہے، جو رحمٰن کے نزدیک مرغوب ہے، بخلاف ذکر اور دعاء کے (کہ یہ دوسرے کو سنانا عبادت نہیں، بلکہ صرف دل سے غفلت دور کرنے کی عبادت ہے) (تفسیر مظہری)

لہٰذا تجوید کے ساتھ اور حسنِ صوت یعنی اچھی اور خوبصورت وعمدہ آواز والے قاری یا قراء سے قرائت کی سماعت کی غرض سے فی نفسہٖ مجلس کا انعقاد جائز ہوگا، جبکہ دوسری کوئی خرابی اور منکر شامل نہ ہو، قطع نظر اس سے کہ موجودہ دور میں محافلِ حسنِ قراءت میں منکرات وخرابیاں پائی جاتی ہیں یا نہیں؟

ملحوظ رہے کہ آج کل متعدد محافلِ حسنِ قراءت میں جو قراءِ کرام قرائت کرتے ہیں ان میں مشہور ومقبول قاری وہ سمجھے جاتے ہیں جو آواز میں خوب بناوٹ اور تکلف پیدا کرتے ہیں، دور سے قرائت سننے والوں کو الفاظ کم سمجھ آتے ہیں اور آواز کا اتار چڑھاؤ زیادہ سمجھ آتا ہے، بعض اوقات داد وصول کرنے اور عوام میں اپنی شہرت بڑھانے کے لئے آواز ایسی بنائی جاتی ہے اور ایسی کھینچ تان اور اتار چڑھاؤ آواز میں پیدا کیا جاتا ہے کہ تجوید کے قواعد کی بھی واضح خلاف ورزی ہوجاتی ہے اور گانے کا انداز پیدا ہوجاتا ہے، اور ایسی صورت میں تجوید اور مخارج کے ساتھ قرائت کا تو سامعین کو خود بھی پتہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود تجوید اور قرائت کے اصولوں سے واقف نہیں ہوتے، البتہ ساری توجہ آواز اور لہجہ کی طرف ہوتی ہے،

آواز اور لہجہ پر ہی شاباش دی جاتی ہے۔

اوپر سے سانس کے لمبا ہونے کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جس کی فضیلت کا شرعی اصولوں سے ثبوت نہیں ملتا۔

نیز متعدد مقامات پر محفل حسنِ قرائت کے دوران ایسے اسپیکر استعمال کئے جاتے ہیں جن میں ایک خاص قسم کی دھن اور طرز ہوتی ہے، بولنے والے کی آواز سامعین تک جھنجناہٹ (یعنی اعادہ وتکرار) کے ساتھ پہونچتی ہے، ان اسپیکروں میں آواز کے اُتار چڑھاؤ کے اعتبار سے مختلف قسم کے چھوٹے چھوٹے اسپیکر ہوتے ہیں، اور اس کو آج کل کی زبان میں ''ایکو سسٹم'' کہا جاتا ہے، اور یہ آلہ بنیادی طور پر گانے کے لئے وضع ہوا ہے۔

کیونکہ یہ اسپیکر دراصل اس انداز کے بنائے گئے ہیں جو انداز موسیقی کا ہوتا ہے ان میں آواز گم ہو کر اور اس طرح سے ٹکرا کر سنائی دیتی ہے جیسے کسی ڈھول یا آلۂ موسیقی کا طرز ہو، جبکہ بعض جگہ یہ انداز اختیار کیا جاتا ہے کہ قاری کی قرائت کے ساتھ دوسرے مخصوص اسپیکر کے ذریعہ سے متعین حضرات مختلف قسم کی دَف کے انداز میں درمیان میں وقتاً فوقتاً آوازیں نکالتے ہیں، جس سے سامعین کو خاص حظ اور لُطف محسوس ہوتا ہے، یہ آوازیں بھی مخصوص اسپیکروں کے ذریعے سامعین تک پہنچائی جاتی ہیں۔

اس طرح موسیقی کے انداز میں قرائت کرنا اور سننا جائز نہیں۔

اور اسی طرح محفلِ حسنِ قرائت میں جس قاری کا قرائت سے مقصود پیسہ حاصل کرنا یا شہرت اور ریاء کاری ہو، یہ بھی جائز نہیں۔

جس کے متعلق بے شمار احادیث آئی ہیں۔ [1]

مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> ''قرآنِ پاک کو خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کی حدیث شریف میں تاکید آئی ہے اور اس پر بڑی بشارت ہے، اس کی تشریح محدثین نے اس طرح فرمائی ہے کہ قرآن پاک کی عظمت سے قلب بھرا ہوا ہو، خوف وخشیت طاری ہو، ہیبتِ الٰہی سے کانپتے ہوئے اس کی

---

[1] آج کل متعدد محافلِ حسنِ قرائت کے لئے جو مشہور قرّاء دور دراز سے مدعو کئے جاتے ہیں، وہ بھاری معاوضہ طلب کرتے ہیں، اور ان کی وضع قطع بھی اسلامی نہیں ہوتی، اور وہ فرض نمازوں تک کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں، اس طرح کے قرّاء پر احادیث میں سخت وعیدیں وارد ہیں، اور ان کی تعظیم وتکریم کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا بھی جائز نہیں۔ محمد رضوان۔

وعیدوں اور بشارتوں کا استحضار کر کے اس تصور سے تلاوت کرے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، ایسی تلاوت میں بڑی کشش ہوتی ہے، اللہ پاک اس سے بہت خوش ہوتے ہیں، صحابۂ کرام میں بھی یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک نے تلاوت کی بقیہ سب سنتے اور ایمان کو تازہ کرتے رہتے۔

پیسہ کمانا یا اپنی تعریف وشہرت ہرگز مقصود نہ ہو، اگر قرآن پاک کی تلاوت کو خدانخواستہ روپیہ کمانے کا ذریعہ بنایا جاوے، خواہ وہ اہلِ قبور کو ثواب پہنچانے کی شکل میں ہو یا منبر پر بیٹھ کر جلسوں کی زینت بڑھانے کی صورت میں ہو یا دوسرے قاریوں سے مقابلہ کر کے انعام حاصل کرنے کی صورت میں ہو، یا اپنی تعریف وشہرت حاصل کرنے کے لئے پڑھا جاوے، یا موسیقی (راگ) کے قواعد کے طور پر نشیب وفراز وزیر وبم کے ساتھ پڑھا جائے۔ تو اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ اس پر سخت وعید ہے'' (فتاویٰ محمودیہ، جلد۳ صفحہ ۴۸۱ تا ۴۸۳، کتاب العلم، ما یتعلق بالقرآن الکریم)

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب بلندشہری رحمہ اللہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ سے سوال کیا گیا کہ:

آج کل کراچی میں محافلِ قراءت ہو رہی ہیں جن میں بیرون ملک سے قاری صاحبان آتے ہیں اور کلام پاک سناتے ہیں، اس پر زید اس طرح تبصرہ کرتا ہے ''یہ جو آج کل کراچی میں قرائت کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں ان کی شکل بالکل مشاعروں کی طرح ہوتی ہے جس طرح ایک شاعر اپنا کلام سنا کر دادِ تحسین حاصل کرتا ہے پھر دوسرا آتا ہے، اس طرح یہ سلسلہ چلتا ہے، جس شاعر کے کلام پر داد زیادہ ملتی ہے وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، اور جس کلام پر واہ واہ نہیں ہوتی وہ منہ لٹکائے چلا جاتا ہے اور بہت دلگیر ہوتا ہے، کیا قرآن پاک جو اللہ کا کلام ہے وہ اس حد تک نعوذ باللہ اتار دیا جائے کہ لوگ اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کریں اور مائک پر آ کر گلے بازیاں کریں اور وہ قاری جس کی آواز اچھی ہو اس پر لوگ جھومنے لگیں اور جو سادہ پڑھے اس پر لوگ منہ بسورتے ہیں اور اس پر توجہ نہ دیں، کیا یہ قرآن کی بے حرمتی نہیں ہے؟ اگر ایسا شوق ہے تو جمعہ کے دن مساجد میں کسی قاری کو موقعہ دیا جائے اور لوگ سنیں، اس طرح

قرآن کا احترام اور قاری کا احترام باقی رہے گا مگر اس قسم کے مقابلوں میں لوگ مسلمان ہونے کی حیثیت سے براہ راست قرآن کو تو کچھ نہیں کہتے مگر ان کے تاثرات سے قرآن کی عظمت کو ٹھیس پہنچتی ہے جو ایک مسلمان کے احساسِ قلب کے لئے تکلیف دہ ہے۔

اس قسم کے تبصرہ پر مجلس میں بہت سے لوگ بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ اس رائے کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ سب جہالت ہے، اس سے محفل قرائت کی مخالفت ہوتی ہے وغیرہ۔ شرعی حکم کیا ہے؟

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہٗ نے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

قرآنِ کریم کی تلاوت اور اس کا سننا کارِ ثواب ہے، البتہ اس میں صرف قاری کی خوش الحانی پر نگاہ رکھنا درست نہیں، اور نہ ایک سانس میں کئی آیتیں پڑھنے کو وجہ افضلیت قرار دینا درست ہے، اصل نظر قرآن کے مضامین پر ہونی چاہیے، اور جو نہ سمجھ سکیں وہ اس بات کی طرف نظر کریں کہ قرآن کریم کا صحیح تلفظ کس طرح ہوتا ہے۔

واللہ سبحانہٗ اعلم، احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۱۴-۱۲-۱۳۸۷ھ

اور مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ:

بلاشبہ داد لینے اور تعریف کرانے کے لئے تلاوت کرنا سخت منع ہے، اس نیت سے تلاوت کرنے والوں اور داد دینے والوں کے بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کے قلوب فتنے میں پڑے ہوں گے۔

فَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: سَیَجِیُٔ اَقْوَامٌ یُقِیْمُوْنَہٗ کَمَا یُقَامُ الْقَدْحُ یَتَعَجَّلُوْنَہٗ وَلَا یَتَأَجَّلُوْنَہٗ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَسَیَجِیْءُ بَعْدِیْ قَوْمٌ یُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِیْعَ الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ، لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ مَفْتُوْنَۃٌ قُلُوْبُھُمْ، وَقُلُوْبُ الَّذِیْنَ یُعْجِبُھُمْ شَأْنُھُمْ" (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ ص ۱۹۱ (طبع قدیمی کتب خانہ)

اور قرآن شریف کو کانوں کی نمائش کا ذریعہ بنانا ہی بے ادبی ہے نیتوں کو اللہ خوب جانتا ہے، سب اپنی اپنی نیت کا جائزہ لیں۔

کتبہ العبد الحقیر۔ محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفی عنہ۔ ۱۴-۱۲-۱۳۸۷ھ

(فتاویٰ عثمانی جلد ۱ صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲، کتاب العلم والتاریخ والطب)

آج کل اکثر و بیشتر خوش الحانی اور ایک سانس میں کئی کئی آیتیں پڑھنے پر ان محافلِ حُسنِ قرائت میں، حُسنِ قراءت کا مدار رکھا جاتا ہے، اور عموماً قرّاء حضرات کا داد لینا و تعریف حاصل کرنا پیشِ نظر ہوتا ہے اور موسیقی کے انداز اور آلہ کو واسطہ بنا کر قرآن کو کانوں کی نمائش کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر ایک محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جو تجوید کے اصولوں کے عین مطابق قرائت کریں، مگر ان کی آواز اور لہجہ خوبصورت و دلکش نہ ہو اور دوسری محفلِ قرائت میں صرف ایسے قراء حضرات کو جمع کیا جائے جن کی آواز اور لہجہ تو خوبصورت ہو مگر تجوید کے قواعد کی رعایت نہ کریں، تو دوسری قسم کی محفل کو تو کامیابی کی نظر سے دیکھا جائے گا، اور پہلی محفل کو ناکامی کی نظر سے دیکھا جائے گا، جو کہ غلط اور بے اعتدالی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اخلاص کے ساتھ ہر قسم کے مفاسد و منکرات سے بچتے ہوئے، اور مخصوص شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے (جن کا ذکر پہلے گزرا) محفلِ قرائت کا انعقاد فی نفسہٖ جائز ہے، مگر آج کل کی عام محفلِ قرائت میں متعدد مفاسد و منکرات پیدا ہوگئے ہیں، جن سے بچنا اور ان خرابیوں کو دور کرنا، محفلِ قرائت منعقد کرنے سے زیادہ ضروری ہے، ورنہ نیکی برباد، گناہ لازم آنے کا اندیشہ ہے۔ فقط۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

محمد رضوان

۲۴/ ذوالقعدۃ/ ۱۴۳۶ھ 09/ ستمبر/ 2015ء بروز بدھ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

کیا آپ جانتے ھیں؟ ادارہ

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

''مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار اور تنظیمِ فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ'' پر آراء (قسط 6)

مفتی محمد رضوان صاحب کی حالیہ تالیف ''مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار اور تنظیمِ فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ'' کے متعلق اب تک جن اہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آراء اور تبصرے سامنے آئے، ان کو ذیل میں نقل کیا جارہا ہے......ادارہ......

(۱۵)......مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب زید مجدہٗ

(ناظم وفاق المدارس العربیہ، پاکستان)

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرت مولانا عبیدُ اللہ سندھی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ کے تلامذہ ورفقاء میں اس لحاظ سے امتیازی شان رکھتے ہیں کہ انہوں نے تحریکِ آزادی میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی قیادت میں ایک جانباز، سربکف اور سرفروش مجاہد کا کردار ادا کیا، لیکن عمر کے آخری ایام میں جب وہ افغانستان، روس اور ترکی کے دورے کے بعد واپس ہندوستان آئے، تو ان کے بعض افکار ونظریات، جمہور امت کے مسلّمات سے مختلف ہوگئے تھے، اس وقت کے اکابر علماء بالخصوص اُن حضرات نے جو حضرت شیخ الہند کے افکار ونظریات اور طریقِ سیاست کے عینی شاہد اور اس سے گہری واقفیت رکھتے تھے، مولانا سندھی کے ان افکارِ شاذہ اور خیالاتِ منتشرہ پر نکیر فرمائی، تاہم مولانا سندھی کے شخصی احترام کو ہر طرح سے ملحوظ رکھا، اور تحریکِ آزادی میں اُن کی خدمات کا برملا اعتراف کیا۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے طریقِ سیاست اور مولانا عبید اللہ سندھی کی مجاہدانہ خدمات سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے زیادہ کون واقف ہوسکتا ہے، مگر حضرت مدنی رحمہ اللہ نے

اس دور میں اپنے ایک مضمون میں یہ صراحت فرمادی تھی کہ ’’مولانا (سندھی) مرحوم کی کسی تحریر کو دیکھ کر اس وقت تک اس پر کوئی حتمی رائے قائم نہ کی جائے، جب تک اس کو اصول و مسلّماتِ اسلامیہ اور ضروریاتِ دین اور عقائد و اعمالِ اہلِ سنت والجماعت کے زریں قواعد و تالیف پر پرکھ نہ لیا جائے‘‘

لہٰذا موجودہ دور میں ’’تنظیمِ فکرِ ولی اللّٰہی‘‘ مولانا سندھی کا نام لے کر جن افکار و نظریات کا پرچار کرتی ہے، وہ اکابر اہلِ سنت والجماعت کے افکار و نظریات اور عقائد کے منافی ہیں، جہاں تک مولانا سندھی کا تعلق ہے، تو بعض نظریات تو ایسے ہیں کہ ان کی نسبت ان کی طرف مشکوک ہے، دوؔم، مولانا سندھی کے افکارِ شاذہ، اکابرِ امت کے نظریات کے مقابلہ میں مرجوح اور قابلِ استرداد ہیں۔

مولانا مفتی محمد رضوان صاحب نے ’’مولانا عبیداللہ سندھی کے افکار اور تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ‘‘ میں اسی حقیقت کو اُجاگر کیا ہے، اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والوں کے لئے یہ ایک مفید کتاب ہے۔

(مولانا) محمد حنیف جالندھری

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴۳۶/۱۲/۲۸ 2015/10/13۔ حوالہ نمبر 2015/MHJ/0214

عبرت کدہ (حضرت شعیب علیہ السلام ''آٹھویں و آخری قسط'') **مولانا طارق محمود**

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت و بصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت شعیب علیہ السلام کا سفرِ آخرت

بعض حضرات کے نزدیک حضرت شعیب علیہ السلام کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی، اور ان کی قبر بھی مکہ مکرمہ میں کعبہ کے قریب ہے۔

لیکن اس کے برعکس بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ ''حضرموت'' میں ایک قبر ہے، جو کہ عوام اور خواص کی زیارت گاہ ہے، اور وہاں کے باشندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر ہے، حضرت شعیب علیہ السلام ''مدین'' کی ہلاکت کے بعد یہاں بس گئے تھے، اور یہیں ان کی وفات ہوئی (قصص الانبیاء، ج۱)

بصائر و نصیحت

قرآن مجید کا مقصود پچھلی امتوں کے واقعات سے صرف قصہ گوئی کرنا یا کوئی کہانی بیان کرنا نہیں، بلکہ ان واقعات و حالات میں جو مطلوب اور موعظت اور عبرت والی چیزیں ہوتی تھیں، صرف ان ہی چیزوں کو بیان کرتا ہے، اسی لئے دیکھا جائے تو قرآن مجید میں کسی بھی پیغمبر یا کسی بھی قوم کا واقعہ شروع سے لے کر آخر تک تمام تفصیلات کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا، بلکہ بعد کے لوگوں کے لئے جو پہلو فائدہ مند ہو سکتے تھے، انہی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

یوں تو حضرت شعیب علیہ السلام کا پورا واقعہ ہی عبرت و نصیحت ہے، اور اللہ سے ڈرنے والوں اور اللہ کی نافرمانی کرنے والوں دونوں کے لئے اس میں عبرت و نصیحت کا پورا پورا سامان موجود ہے۔

لیکن کچھ چیزیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کی خصوصیات تھیں، یا جو ان کا مقصدِ حیات تھا، ان کو الگ سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......سورہ اعراف میں حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

---

۱ وعن وهب بن منبه :أن شعيبا عليه السلام مات بمكة ومن معه من المؤمنين، وقبورهم غربى الكعبة بين دار الندوة ودار بنى سهم(قصص الانبياء، ص ۲۹۰)

Idara Ghufran

"قَدْ جَاءَ تْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ" یعنی"تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل پہنچ چکی ہے"

دیگر انبیائے کرام کو جس طرح معجزات عطا ہوئے تھے،اوران کا ذکر قرآن مجید میں ہے، حضرت شعیب کے اس طرح کے کسی معجزہ''آیۃُ اللہ'' کا ذکر نہیں کیا،اس کی علماء نے دووجوہات بیان فرمائی ہیں،ایک یہ کہ اگر نبی اور پیغمبر کوئی معجزہ نہ بھی لائے،اورصرف اللہ تعالیٰ کا پیغام روشن دلائل کے ساتھ پیش کردے،تو یہ روشن دلائل ہی اس کا سب سے بڑا اور عظیم معجزہ ہے، دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں پر''بینۃ'' کی تفسیر کواللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرنا چاہئے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ شریعت کے روشن دلائل کے لئے علاوہ حضرت شعیب کواللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے انبیاء کی طرح کوئی معجزہ بھی عطا کیا گیا ہو،اگرچہ قرآن مجید نے اس کی تصریح نہ کی ہو،مگر حضرت شعیب کے خطاب میں اسی جانب اشارہ ہو۔

(۲)...... ہمارے موجودہ معاشرہ میں خاص طور پر ایک بڑی غلطی عرصہ دراز سے یہ رائج ہوتی جارہی ہے کہ ہم دین وشریعت کی تعلیمات سے غافل ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اسلامی زندگی کے ارکان میں صرف''عبادات'' ہی اہم رکن ہیں،اور معاملات اور معاشرت کواسلام میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں، یہی وجہ ہے موجودہ دور میں گناہ گار مسلمان تو ایک طرف بعض دیندار اور پرہیز گار لوگ بھی حقوق العباد اور معاملات میں احکامِ شرع سے بے نیاز وبے پرواہ نظر آتے ہیں۔

حالانکہ حقوق العباد کی حفاظت اور معاشرت کی درستگی اور معاملات میں امانت ودیانت کواسلام میں کس درجہ اہم شمار کیا گیا ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ ان امور کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ ایک جلیلُ القدر پیغمبر کی بعثت کا اصل مقصد اسی کو قرار دیا،اورانہی امور کی اصلاحِ احوال کے لئے ان کو رسول بنا کر بھیجا۔

(۳)......خرید وفروخت میں دوسرے کے حق کو پورا نہ دینا، یہ انسانی زندگی میں ایسا براعمل ہے کہ یہ بداخلاقی بڑھتے بڑھتے آگے تمام حقوق العباد کے بارے میں حق تلفی کی خصلت انسان کے اندر پیدا کردیتی ہے،اوراس طرح انسانی شرافت اور باہمی اخوت ومحبت کے رشتہ کوختم کرکے لالچ،حرص،خودغرضی وغیرہ جیسے رذائل کا حامل بنادیتی ہے۔چنانچہ حضرت شعیب نے جو یہ فرمایا کہ:

"فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ" یعنی"ناپ اور تول کو پورا کرو"

اس سے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ ناپ اور تول میں انصاف صرف اشیاء کی خرید وفروخت تک ہی محدود نہیں، بلکہ انسانی کردار کا یہ کمال ہونا چاہئے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے تمام حقوق اور فرائض میں

اسی اصول کو بنیاد بنائے، اور چاہے کیسے ہی حالات ہوں، عدل وانصاف کے ترازو کو ہاتھ سے جانے نہ دے، گویا کہ خرید وفروخت کے درمیان ناپ تول میں کمی نہ کرنا اور انصاف کو برقرار رکھنا ایک معیار اور پیمانہ ہے، جو انسانی زندگی کے معمولی لین دین میں عدل وانصاف نہیں برتتا اس سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اہم دینی اور دنیاوی معاملات میں عدل وانصاف سے کام لے۔

(۴)...... زمین میں فساد کرنا اور اللہ کی نافرمانی کرنا یہ بہت بڑا گناہ کا کام ہے، اور اسی سے سارے جرائم پھیلتے ہیں، چنانچہ ظلم، کبر، قتل وغارت گری، دوسرے کی عصمت دری کرنا یہ سارے کام اس فساد فی الارض کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

(۵)...... باطل کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ اس کے پاس نہ تو دلائل ہوتے ہیں، اور نہ ہی روشن دلائل کو برداشت کرتا ہے، بلکہ جب اس کے سامنے روشنی آتی ہے، تو وہ منہ پھیر لیتا ہے، اور آنکھیں بند کرلیتا ہے، اور روشن دلائل کا جواب غصہ، دھمکی اور قتل سے دینے پر آمادہ ہوجاتا ہے، تمام انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے مخالف باطل پرستوں کی زندگی کا موازنہ کرنے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ آتی ہے کہ انبیائے کرام اللہ کی دعوت دے رہے ہیں، روشن دلائل سے ان کو خیر اور اصلاح کی طرف بلا رہے ہیں، محبت اور رحم کے جذبات کا اظہار کررہے ہیں، مگر ان تمام باتوں کے باوجود مخالفین کی طرف سے ان کو یہ کہا جارہا ہے کہ ہم تمہیں تمہارے وطن سے نکال دیں گے، تم کو سنگسار کردیں گے، تم کو قتل کردیں گے، وغیرہ وغیرہ۔

مگر اس کے جواب میں اللہ کے نیک بندوں اور انبیائے کرام کا ردِ عمل، صبر وتحمل، برداشت، حق پر استقامت اور نرمی ومضبوطی کے ساتھ موقعہ وحالات کی رعایت سے حق کا اظہار، خدا پرستی کی تلقین اور معاملے کو اللہ کے سپرد کرنے کا رہا۔

اس لئے آج کے دور میں بھی دین کا کام کرنے والوں کے لئے اس میں یہی سبق ہے کہ مخالفین چاہے جتنی بھی مخالف کریں، مالی وجسمانی تکالیف پہنچائیں، اس پر صبر کرکے حکمت وبصیرت کے ساتھ اللہ کا پیغام پہنچایا جائے، اور لوگوں کے رویہ کی پرواہ نہ کی جائے۔

(۶)...... یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ کسی بھی قوم کی سرکشی جب حد سے بڑھ جاتی ہے، تو اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا ''مکافاتِ عمل'' کا قانون حرکت میں آتا ہے، جس کی وجہ سے ایسی سرکش اور متکبر قوموں کے لئے اللہ کا عذاب دنیا ہی میں نافذ ہوجاتا ہے، اور ان کی ہلاکت وتباہی آئندہ نسلوں اور قوموں کے لئے سامانِ عبرت وموعظت بن جاتی ہے۔ تم شد بعون اللہ تعالیٰ وتوفیقہ

طب وصحت

مفتی محمد رضوان

مالٹا (Orange)

مالٹے کو اردو زبان میں ’’نارنجی‘‘ عربی زبان میں ’’برتقال‘‘ اور فارسی زبان میں ’’پرتقال‘‘ اور انگریزی زبان میں اورنج ’’Orange‘‘ کہا جاتا ہے۔

’’مالٹا‘‘ کینو اور سنگترے سب ملتے جلتے خاندان اور ’’اسپند‘‘ یا ’’سداب‘‘ کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں، اس جنس میں مالٹا، کینو، نارنگی، ترنج، چکوترا اور لیموں وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

مالٹے کا ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے، اور اس کا مزاج سرد اور ترشار ہوتا ہے۔

مالٹے کے کیمیائی اجزاء میں حیاتین ج (وٹامن سی) کے علاوہ کیلشیم، میگنیشیم، فولاد، پوٹاشیم، فاسفورس، جست اور تانبا شامل ہوتے ہیں۔

مالٹا زود ہضم ہے، جو حلق سے نیچے اُترنے کے بعد بہت ہی جلد خون میں شامل ہو جاتا ہے، اور غذا کے ہاضمے میں مدد دیتا ہے، اور غذائیت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ریشہ بھی فراہم کرتا ہے۔

البتہ میٹھا، مالٹا یا کینو جو کہ میٹھا ہوتا ہے، وہ جسم کی زیادہ توانائی کا باعث بنتا ہے۔

بعض ماہرین کے مطابق خالص ایک پاؤ دودھ کی مقدار سے جتنی قوت حاصل ہوتی ہے، اتنی قوت کینو کے ڈیڑھ پاؤ رَس سے حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن دودھ کو ہضم کرنے کے لئے معدہ کو کام کرنا پڑتا ہے، جبکہ اس کے برعکس کینو کا رَس فوراً ہضم ہو جاتا ہے، کینو کی اس خصوصیت نے اس کو دودھ سے زیادہ مفید بنا دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ضعیف معدہ کے جن مریضوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا، ان کے لئے کینو کا رَس اکسیر غذا ہے۔

مالٹے یا کینو کے رَس میں تیزابیت کو دور کرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے، جو لوگ گوشت وغیرہ زیادہ کھاتے ہیں، اور بیٹھے رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے مالٹے یا کینو کا استعمال انتہائی مفید ہوتا ہے، کیونکہ یہ رَس خون کی تیزابیت کو دور کرتا ہے، اور ہر وقت بیٹھ کر کام کرنے سے جو نقصانات ہوتے ہیں، وہ کافی حد تک زائل ہو جاتے ہیں، نیز آنتوں میں ناقص غذا سے جو سستی پیدا ہوتی ہے، اس کے استعمال سے وہ دور ہو جاتی ہے۔

دائمی قبض کے مریضوں کے لئے رات کو سوتے وقت اور صبح اٹھ کر ایک یا دو کینو کھانا نہایت مفید ثابت ہوتا

ہے، سہ پہر کے وقت بھی اس کا استعمال قبض کے لئے مفید ہے۔

بخار کے مریضوں کے لئے بھی یہ بہت مفید ہے، اور جسم کے زہریلے مادوں کو خارج کرتا ہے۔

مالٹے میں چونکہ مٹھاس کم اور ترشی زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے ذیابیطس کے مریضوں کے ساتھ موٹاپے سے نجات پانے والوں کے لئے یہ ایک مفید پھل ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق ایک مالٹا روزانہ کھانے سے انسان طویل عرصے تک جوان اور توانا رہ سکتا ہے۔

مالٹے میں تکسید کش مواد ''اینٹی آکسیڈنٹ'' اور وٹامن سی کثیر تعداد میں پایا جاتا ہے، اور وٹامن سی ایک مخصوص مقدار میں جسم کے لئے ضروری ہے، تاکہ کاربوہائڈریٹ غذاؤں کو ہضم ہونے میں مدد ملے، دل کو تقویت ہو، جوڑوں کا درد نہ ہو، قوتِ برداشت قائم رہے، جسمانی مدافعت کم نہ ہونے پائے، مسوڑھے صحیح رہیں، جسم کی حدت دور ہو، اور ہاضمہ ٹھیک رہے، انسانی جسم میں خود سے اسکاربک ایسڈ تیار نہیں ہو پاتا، اس لئے صحت رکھنے کے لئے اسے پھلوں اور کچی سبزیوں سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔

مالٹے کے روزانہ متواتر استعمال سے چہرے پر قدرتی نکھار پیدا ہوتا ہے، اور چہرہ پر کیل مہاسے اور چھائیاں نہیں ہوتیں، چہرہ شفاف اور تروتازہ دکھائی دیتا ہے، روزانہ ایک مالٹا کھانے کو اگر معمول بنا لیا جائے تو اس سے طویل عرصہ تک جوانی قائم رہنے میں مدد ملتی ہے، صحت بہتر ہوتی ہے، اور مدافعتی نظام مضبوط ہوتا ہے، جو بیماریوں سے حفاظت کے لئے کارآمد ہوتا ہے۔

ماہرین کے مطابق مالٹے میں وٹامن بی اور میگنیشیم بھی پایا جاتا ہے، جس سے ہیموگلوبن کی نشونما میں مدد ملتی ہے، اور اس سے بلڈ پریشر اعتدال پر رہتا ہے۔

مالٹے کے متواتر استعمال سے سرطان یعنی کینسر جیسے مہلک مرض سے بچا جاسکتا ہے، کیونکہ اس میں اینٹی آکسیڈنٹ وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں۔

مالٹے کو چاہیں تو چھیل کر استعمال کرلیں یا جوس کی صورت میں، بہر حال اس کے صحت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور خالی پیٹ اس کا استعمال زیادہ مفید کہلاتا ہے۔

مالٹے میں پوٹاشیم، وٹامن اے اور سی بھی پایا جاتا ہے جو کہ آنکھوں کے لئے مفید ہے، نظر تیز رکھنے کے لئے روزانہ ایک مالٹا کھالینا کافی ہے۔

فائبر انسانی معدے کے لئے انتہائی اہم ہے کیونکہ یہ معدے کے تقریباً تمام امراض سے نجات دلاتا ہے،

اور زبان پر جمی ہوئی سفید تہہ کا ازالہ کرتا ہے، مالٹے فائبر سے بھرپور ہوتے ہیں، اگر کوئی قبض یا معدے کے السر کی بیماری میں مبتلا ہو، تو مالٹا کھانے کو معمول بنائے۔

جن لوگوں کو قبض رہتا ہو، انہیں چاہئے کہ صبح ناشتے میں تین کینو کھائیں یا ایک گلاس جوس پی لیں، رَس سے بہتر کینو رہے گا، کیونکہ اس کا پھوک اور ریشہ انتڑیوں کی صفائی کرتا ہے۔

مالٹا نظامِ انہضام کو تیز کرتا ہے اگرچہ بعض اطباء کے مطابق اس کا کثرت سے استعمال نقصان دہ ہوسکتا ہے، اس لئے دن میں ایک یا دو عدد مالٹوں سے زیادہ کھانے کا معمول نہیں بنانا چاہئے۔

مالٹے کی پھانکوں کا سفید چھلکا پھینکنے کے بجائے کھا لینا چاہیے، تاکہ ریشے کی وجہ سے قبض نہ ہو، سفید زیرہ، کالا زیرہ، سونٹھ، کالا نمک اور کالی مرچیں پیس کر رکھ لیں، مالٹا، کینو اور سنگترے کے ساتھ لگا کر کھائیں، اس سے مضر اثرات کا ازالہ اور ہاضمہ درست ہوتا ہے۔

منہ میں پانی بھر آنے، گیس اور بھوک نہ لگنے کی شکایت میں بھی مذکورہ طریقہ پر مالٹے کا استعمال مفید رہتا ہے جن کو بلڈ پریشر ہو، وہ نمک کا استعمال کم کریں۔

مالٹے کا رس انتہائی غذائیت سے بھرپور ہوتا ہے، جو ہاضم ہوتا ہے، دل و دماغ کو فرحت بخشتا اور معدے کو قوت دیتا ہے، جسم میں صاف خون پیدا کرتا ہے، جس سے رنگت پر نکھار آتا ہے۔

گرمی کی شدت میں اس کا استعمال تسکین دینے کے ساتھ طبیعت میں چستی و فرحت پیدا کرتا ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق جب بچہ تین ہفتے کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے مالٹے یا میٹھے کینو کے رس کا ایک چمچہ دینا شروع کریں، یہ اس کی غذائی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے، پھر جیسے جیسے بچے کی عمر بڑھتی چلی جائے، اس کے رَس کی مقدار بڑھاتے جائیں۔

مالٹے یا کینو کا رَس پینے سے بچہ کے دانت جلدی برآمد ہوتے ہیں، بعض ماہرین کے مطابق بچہ جب ایک سال کا ہو جائے تو اسے روزانہ ایک مالٹے یا کینو کا رَس دینا چاہئے، اگر کھٹاس ہو، تو شکر یا شہد شامل کر لینا چاہئے، بچوں کو میٹھا رَس پلانا چاہئے، جو بچے دن بدن کمزور ہوتے جائیں، سوکھے کی بیماری لگ جائے، یا جن بچوں کو ابتداء سے ماں کا دودھ میسر نہ آئے، ان کے لئے بھی یہ رَس انتہائی مفید ہے۔

مالٹے کا جوس مسوڑھوں سے خون اور پیپ نکلنے اور مسوڑھوں کے وَرم کو روکتا ہے۔

یومیہ ایک مالٹے یا کینو کا جوس جسم میں متعلقہ وٹامنز کی مقدار کو پورا رکھتا ہے۔

مالٹے کے پھل کا چھلکا موٹا دبیز اور زرد رنگت کا ہوتا ہے، اس کی اندرونی جانب ایک سفید پردے کی تہہ ہوتی ہے، یہ چھلکا بیرونی طور پر سخت اور کھردرا ہوتا ہے اس میں بعض آئل پائے جاتے ہیں، جنہیں عطریات اور معدے کے مقوی مشروبات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

مالٹے کے چھلکوں کو بعض مرکبات میں ڈالا جاتا ہے اور انفرادی طور پر سفوف بنا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

مالٹے کا چھلکا جس قدر پتلا ہوتا ہے، اسی قدر غذائی اجزاء سے بھرپور اور ذائقہ میں اچھا شمار ہوتا ہے۔

اگر مالٹے کے چھلکے سکھالیں اور چاول وغیرہ اُبالتے ہوئے اس میں شامل کرلیں، تو اس سے چاولوں وغیرہ میں خوشگوار مہک آتی ہے۔

مالٹے کے چھلکوں کا مربہ اور اُبٹن بھی بنایا جاتا ہے، اس کے اُبٹن کے استعمال سے نہ صرف چہرے کے داغ دھبے اور جھائیاں دور ہوتے ہیں، بلکہ چہرے کی جلد میں قدرتی نکھار بھی پیدا ہوتا ہے۔

لیموں اور مالٹے کے چھلکے کو ساشے میں ڈال کر الماری میں رکھنے سے کپڑوں سے دلفریب خوشبو آتی ہے۔

اور لیموں یا مالٹے کے چھلکے کو پانی کے برتن میں ڈال کر رکھنے سے کمرہ خوشگوار خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔

مالٹے کے چھلکے میں پودینہ خشک چھ ماشہ ایک پیالی پانی میں جوش دے کر بقدرِ ضرورت میٹھا شامل کرکے پینے سے بدہضمی اور پیٹ کا درد دور ہوجاتا ہے، ایک تولہ چھلکا ڈیڑھ گلاس پانی میں نمک یا شکر ملا کر پینے سے ناک اور منہ کی بو دور ہوتی ہے۔

جن لوگوں کی ناک بند رہتی ہو، وہ اگر اس کی بھاپ لیں، تو چند روز ہی میں یہ تکلیف دور ہوسکتی ہے۔

جن لوگوں کا جگر خراب ہو، تھوڑا سا کام کرنے سے سانس پھول جاتا ہو، سیڑھیاں چڑھتے ہوئے برا حال ہوتا ہو، یا پیشاب جل کر یا رُک کر پیلا یا زرد رنگ کا آتا ہو، انہیں چاہیے کہ مالٹے یا کینو کا رَس غذا میں شامل کرکے استعمال کیا کریں۔

مالٹے کے پھل کے بیج معدہ کی کمزوری کے علاج میں استعمال کئے جاتے ہیں، یہ بھوک کو تیز اور جسم کو توانا و طاقتور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

مالٹے کے درخت کے پتے درمیانے خوشبودار اور رنگت کے سبز ہوتے ہیں، یہ پتے زیادہ تر اعصابی امراض میں استعمال ہوتے ہیں، ان کے استعمال سے سر کے بھاری پن کا خاتمہ ہوتا ہے، کھانے سے پہلے اس کے

پتوں کا قہوہ پینا معدے کو طاقتور اور نظام ہضم کو تیز کر دیتا ہے۔
مالٹا کے درخت کے پتے دل کے خفقان، دل بیٹھنے، دل کی گھبراہٹ اور معدہ کے درد میں بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔
مالٹے کے پتوں کے استعمال میں وہ اشخاص احتیاط سے کام لیں، جن کا نظام عصبی نہایت حساس ہو۔
نزلہ، زکام، کھانسی اور گلے میں خراش کے مریضوں کو تُرش مالٹے کا استعمال احتیاط کے ساتھ اور کم مقدار میں کرنا چاہئے۔
اور عام لوگوں کو بھی ایک وقت میں بہت زیادہ مقدار میں مالٹے نہیں کھانا چاہئے۔
اگر مالٹے یا کینو زیادہ مقدار میں کھا لینے سے طبیعت میں گرانی ہو، تو تھوڑا سا گڑ کھالیں، یا تھوڑے سے سرکہ میں پانی ملا کر پی لیں۔
سونٹھ، زیرہ، کالا نمک، سیاہ مرچ کو مالٹے اور کینو پر چھڑک کر استعمال کیا جائے، تو تکلیف نہیں ہوتی۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۹۲ ''اخبارِ عالم﴾

ونمازِ جمعہ کے فرائض بندہ امجد نے انجام دیئے۔

□......26/ ذی الحجہ، اتوار، حضرت مدیر صاحب اور ادارہ کے چند اساتذہ، قاری محمد سعید صاحب (مدرس ادارہ غفران) کے بھائی جناب وحید اعوان ولد عبدالقیوم صاحب کے ولیمہ میں شرکت کے لئے ''بہلوٹ'' (تحصیل فتح جنگ، ضلع اٹک) تشریف لے گئے، جہاں مدعوئین میں حضرت مدیر صاحب کا مختصر بیان بھی ہوا، بعد عصر واپسی ہوئی۔

□......29/ ذی الحجہ، بدھ، ادرہ غفران میں راولپنڈی واسلام آباد کے مفتیانِ کرام بعد عصر مدعو کئے گئے، مفتی شکیل احمد صاحب، مفتی دوست محمد صاحب، مفتی زکریا اشرف صاحب، مولانا ضیاء الرحمٰن صاحب، مفتی منظور احمد صاحب اور مفتی احسان الحق صاحب اور ادارہ کے مفتیانِ کرام شریک تھے، بعد مغرب عشائیہ تناول کیا گیا۔

□......یکم محرم بروز جمعرات حضرت مدیر صاحب کی معیت میں دن 12 بجے ادارہ کے احباب راول جھیل پارک گئے۔ وہاں سے بہارہ کہو جناب ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ صاحب کی دعوت پر ان کے دولت خانے پر جانا ہوا، عشاء تک آپ کے ساتھ مجالست رہی، آپ باغ و بہار اور خوش طبع و بذلہ سنج علمی شخصیت ہیں۔

□......2/محرم بروز جمعہ، جناب حکیم فیضان صاحب دل کا بائی پاس کرانے راولپنڈی کارڈیالوجی ہسپتال (راول روڈ) میں داخل کئے گئے، قارئین سے آپ کی صحت اور آپریشن کی کامیابی کے لئے دعاء کی درخواست ہے۔

اخبارِ ادارہ

مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......3، 10، 17، 24 / ذی الحجہ۱۴۳۶ھ کو متعلقہ مساجد میں حسب سابق جمعہ کے وعظ و مسائل کے سلسلے ہوئے۔

□......2 / ذی الحجہ، جمعرات، ادارہ کے بیرونی اور اندرونی دارالافتاء اور ادارہ کے وضوخانہ میں ماربل اور ٹائیل لگانے کے کام کا آغاز ہوا۔

□......3 / ذی الحجہ، جمعہ، مولانا عبدالسلام صاحب، عدنان خان صاحب اور ملک اسحاق صاحب اور حسان خان صاحب ادارہ کی اجتماعی قربانی کے جانوروں کی خریداری کے لئے بھلوال (سرگودھا) کی منڈی تشریف لے گئے، بعد عشاء واپسی ہوئی۔

□......5 / ذی الحجہ، اتوار، جناب حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہٗ (دارالافتاء والتحقیق، لاہور) ادارہ غفران تشریف لائے، مدیر اور احبابِ ادارہ سے ملاقات ہوئی۔

□......7 / ذی الحجہ، منگل، مولانا عبدالسلام صاحب، عدنان خان صاحب، ملک اسحاق صاحب، مولانا غلام بلال صاحب اور ظہور صاحب، خوشاب کی منڈی تشریف لے گئے، اور ادارہ کی اجتماعی قربانی کے لئے جانوروں کی خریداری کی۔

□......8 / ذی الحجہ، بدھ، ادارہ کے قانونی ایڈوائزر جناب قاری عبدالرشید (ایڈوکیٹ، سپریم کورٹ) بعد دوپہر ادارہ تشریف لائے، اور بعض قانونی امور پر مشاورت ہوئی۔

□....../9ذی الحجہ بروز بدھ سے ادارہ غفران میں عید کی دس روز کی تعطیلات دی گئیں جو 18 ذی الحجہ کو اختتام پذیر ہوئیں۔

□......10 / ذی الحجہ کو عیدالاضحیٰ کی نماز مسجد غفران میں چھ بج کر 20 منٹ پر حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی، مسجد بلال آفندی کالونی میں نمازِ عید سوا سات بجے مفتی محمد یونس صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی، نمازِ عید کے فوراً بعد اجتماعی قربانیوں کے ذبیحے کا عمل شروع ہوا، پہلے دن شام چھ بجے تک کل 62 جانورں کو ذبح کرکے ان کی بوٹیاں تیار کرکے حصہ داران کو پہنچایا گیا۔

□......11 / ذی الحجہ، بعد فجر مولانا طارق محمود صاحب اور جناب حاجی شوکت محمود مدنی صاحب (پنڈی ٹینٹ سروس، راولپنڈی) اسلام آباد کی منڈی اجتماعی قربانی کے لئے چند جانوروں کی خریداری کے سلسلہ میں تشریف لے گئے، اس دن شام پانچ بجے تک کل 59 جانور ذبح ہوکر ان کا گوشت تیار ہوکر حصہ داران کو پہنچایا گیا، دونوں

Idara Ghufran

دنوں کی قربانیاں ملاکرادارہ غفران میں کل 121 بڑے جانور ذبح ہوئے۔

□......امسال ادارہ غفران میں 121 بڑے اضاحی اجتماعی قربانی کے تحت ذبح ہوئے۔عید کے دوسرے دن شام کو اجتماعی قربانی کے عمل سے فراغت ہوئی۔قربانی کے حصوں کی تین درجہ بندیاں مقرر کی گئی تھیں، اعلیٰ 9000،متوسط 8000،ادنیٰ 5000۔

□......اجتماعی قربانی،خدمات کی وجہ سے عملۂ ادارہ عید کے موقعہ پر موجود رہا،عید کے تیسرے دن اکثر عملہ کے ارکان رخصت ہوگئے۔

□...... 12 / ذی الحجہ بروز اتوار مفتی محمد یونس صاحب کے بڑے صاحب زادے مولوی محمد شعیب احمد صاحب (مدرس ادارہ غفران) کا نکاح ورخصتی اور ۱۳/ذی الحجہ کو ولیمہ ہوا،جس میں مفتی محمد یونس صاحب کے اعزہ،مسجد بلال آفندی کالونی اورادارہ غفران کے احباب شامل ہوئے،اللہ تعالیٰ اس شادی میں ہر طرح کی خیر و برکتیں عطا فرمائے،زوجین میں نباہ،موافقت اوردونوں خاندانوں میں اتفاق ویگانگت عطافرمائے،آمین۔

□...... 15 / ذی الحجہ بروز بدھ کی شام بندہ راقم الحروف حج کے سفر سے بعافیت واپس ادارہ غفران پہنچا، بحمداللہ۔

□......16 / ذی الحجہ بروز جمعرات دارالافتاء میں بزرگ علمی شخصیت مولانا ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ صاحب زید فضلہ،مفتی زکریا اشرف صاحب کی ہمراہی میں تشریف لائے،مدیر صاحب سے ملاقات ومجالست ہوئی،آپ 20 سال جامعہ ازہر کے مدرس رہے،سینٹ آف پاکستان کے 2006ءتا2012ءسینیٹر رہے،متعدد عربی اور اردو کتابوں کے مصنف ہیں،مولانا عبدالقادر آزادمرحوم خطیب بادشاہی مسجد لاہور کے چھوٹے بھائی ہیں۔

□...... 16 / ذی الحجہ بروز جمعرات مولانا عبدالسلام صاحب (ناظم التبلیغ) کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالعزیز صاحب کا ولیمہ ویلکم ٹاورشادی ہال نزد کمیٹی چوک میں ہوا،مولانا کے اعزہ اورادارہ کے احباب شریک ہوئے۔

□......16 / ذی الحجہ بروزاتوار حاضری ہوکر تمام شعبوں میں معمولات حسب سابق شروع ہوئے۔

□...... 21 / ذی الحجہ،منگل حضرت مدیر صاحب، عدنان خان صاحب، ملک اسحاق صاحب ، اور ادارہ کے اساتذہ،جی ٹی روڈ مندرہ،ادارہ کے لئے زمین کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔

□......23 / ذی الحجہ جمعرات کی شام حضرت مدیر صاحب زید فضلہ مع تینوں بھائی صاحبان جناب حکیم محمد فیضان صاحب، جناب فرقان صاحب اور جناب عدنان صاحب کے ہمراہ ایک نجی معاملے میں لاہور کا سفر ہوا۔جمعہ کی شام بعد عشاء واپسی ہوئی۔لاہور میں حضرت مدیر صاحب کی مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک) سے بھی ملاقات ومجالست ہوئی،اور علمی گفتگو ہوئی،ادارہ غفران میں خطبۂ جمعہ

﴿بقیہ صفحہ ۹۰ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

✍ 11/ستمبر/2015ء/ 26/ذی قعدہ/1436ھ: پاکستان: رینجرز، بی ایس ایف مذاکرت، سیز فائر کی خلاف ورزی روکنے کے لئے نئی حکمتِ عملی پر اتفاق ✍ 12/ستمبر: سعودی عرب: مسجد الحرام میں کرین گرنے سے 87عازمینِ حج شہید، 184زخمی، حادثہ طوفانی بارشوں اور ہواؤں کے باعث پیش آیا ✍ وزیرِ اعظم کا بجلی کی قیمتوں میں 2.19روپے فی یونٹ کمی کا اعلان ✍ 13/ستمبر: سعودی عرب: حرم شریف کرین حادثہ میں 15پاکستانی شہید ہوئے، عرب ٹی وی کا دعویٰ ✍ 14/ستمبر: پاکستان: غیر ملکی این جی اوز کی دوبارہ رجسٹریشن ہوگی، سکیورٹی کلیئرنس لازمی قرار، تمام معاملات کا جائزہ وزارتِ داخلہ خود لے گی ✍ 15/ستمبر: پاکستان: کرپشن کی شکایات، خفیہ اداروں کی رپورٹس پر نیب پنجاب میں بھی حرکت میں آ گیا، ترقیاتی سکیموں کی تفصیلات 7یوم میں طلب ✍ 16/ستمبر: پاکستان: وزیرِ اعظم کا کسانوں کے لئے 341ارب کے ریلیف پیکج کا اعلان ✍ بھارت کا جنگی جنون برقرار، کنٹرول لائن پر بلا اشتعال فائرنگ سے پاک فوج کا جوان شہید، پاک فوج کا منہ توڑ جواب، بھارتی ڈپٹی ہائی کمشنر کی دفترِ خارجہ طلبی، شدید احتجاج ✍ 17/ستمبر: پاکستان: اقوامِ متحدہ میں پاک فوج کی یادگار تصاویر کی نمائش ✍ 18/ستمبر: پاکستان: نیب پنجاب میں بھی متحرک، 3لیگی رہنماؤں سمیت متعدد سیاستدان وافسر تحقیقات کی زد میں آ گئے ✍ 19/ستمبر: پاکستان: پشاور فضائیہ کیمپ پر حملہ، 16نمازیوں، کیپٹن سمیت 29شہید، تمام 13دہشتگرد مارے گئے ✍ 20/ستمبر: پاکستان: پنجاب میں نجی سکولوں کی فیسوں میں اضافہ واپس، رجسٹریشن لازمی قرار، ترمیمی آرڈیننس جاری ✍ بڈھ بیر حملے کا مقدمہ درج، سرچ آپریشن میں 132 گرفتار، خیبر و وزیرستان میں بمباری، 28دہشت گرد ہلاک ✍ 21/ستمبر: پاکستان: لاہور سمیت کئی شہروں میں بارش، بھارت نے راوی میں پانی چھوڑ دیا، کمالیہ میں فلڈ وارننگ ✍ 22/ستمبر: پاکستان: میجر جنرل ثناء اللہ کے قاتل سمیت 9دہشتگردوں کو فوجی عدالتوں سے سزائے موت، آرمی چیف نے توثیق کردی ✍ بلدیاتی الیکشن، میڈیا کے لئے بھی ضابطہ اخلاق جاری ✍ 23/ستمبر: پاکستان: غلاف کعبہ آج تبدیل کیا جائے گا، 2 کروڑ ریال لاگت آئی ✍ 24/ستمبر: پاکستان: نجی تعلیمی ادارے فیسیں نہیں بڑھائیں گے، اضافی فیس واپس یا اگلے ماہ میں ایڈجسٹ کی جائے، کیڈ، پیرا کی ہدایت

25/ستمبر: سعودی عرب: منیٰ، شیطان کو کنکریاں مارنے کے دوران بھگدڑ، 717 حجاج شہید، 863 زخمی۔ 26/ستمبر: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار 27/ستمبر: پاکستان: تعطیلاتِ اخبار 28/ستمبر: پاکستان: عید الاضحیٰ مذہبی عقیدت واحترام سے منائی گی، سکیورٹی سخت، 550 ارب کے ریکارڈ، سوا کروڑ جانوروں کی قربانی 29/ستمبر: افغانستان: طالبان نے افغانستان کے اہم شہر، قندوز پر قبضہ کرلیا 30/ستمبر: پاکستان: سپریم کورٹ نے این اے 154 میں ضمنی الیکشن روک دیا، صدیق بلوچ کی رکنیت بحال ایف آئی اے کو 90 روزہ حراست، منی لانڈرنگ، دہشتگردی مقدمات درج کرنے کا اختیار مل گیا یکم/اکتوبر: پاکستان: پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں برقرار، ود ہولڈنگ ٹیکس واپس نہیں ہوگا، وزیر خزانہ۔ وزیرِ اعظم نے فیسیں کم نہ کرنے والے سکول بند کرنے کا حکم دیدیا 2/اکتوبر: پاکستان: غیر ملکی این جی اوز کے لئے نئی پالیسی کا اعلان، فنڈ ریزنگ حکومتی اجازت سے مشروط۔ 3/اکتوبر: پاکستان: فوڈ اتھارٹی کے اسلام آباد میں 11 ریسٹورنٹس پر چھاپے، 4 سیل 4/اکتوبر: پاکستان: زائد فیس پر تعلیمی اداروں کو 20 ہزار سے 40 لاکھ تک جرمانہ ہوگا، پنجاب میں آرڈیننس جاری راولپنڈی ڈینگی سے ایک اور خاتون جاں بحق، 1034 مریض زیرِ علاج، ہسپتالوں میں ایمرجنسی، چھٹی منسوخ 5/اکتوبر: پاکستان: ایف آئی اے کی کارروائیاں، انسانی سمگلنگ میں ملوث مزید 26 افراد گرفتار 6/اکتوبر: پاکستان: سانحہ منیٰ، پاکستانی شہداء کی تعداد 87 ہوگئی، 54 اب بھی لاپتہ 7/اکتوبر: پاکستان: اٹک ضمنی الیکشن میں شجاع خانزادہ کا بیٹا بھاری اکثرت سے کامیاب 8/اکتوبر: پاکستان: سپریم کورٹ، سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز قادری کی سزائے موت برقرار پالپا نے 7 روز بعد ہڑتال غیر مشروط ختم کردی، چیئرمین قائمہ کمیٹی ضامن بن گئے 9/اکتوبر: پاکستان: ایک اور بھارتی ہٹ دھرمی، بھارت نے کسانوں کے احتجاج کا بہانہ بنا کر سمجھوتہ ایکسپریس کو روک دیا، مسافر 7 گھنٹہ واہگہ اسٹیشن پر پھنسے رہے بجلی 2.60 روپے فی یونٹ سستی 10/اکتوبر: پاکستان: حکومت اور تاجروں میں ود ہولڈنگ ٹیکس 0.2 فیصد، ایک لاکھ حد مقرر کرنے پر اتفاق 11/اکتوبر: ترکی: امن ریلی میں 2 خودکش دھماکے، 97 افراد جاں بحق، سینکڑوں زخمی، نواز شریف کا اظہارِ افسوس 12/اکتوبر: پاکستان: لاہور NA 122 ن لیگ کامیاب، صوبائی سیٹ پی ٹی آئی لے اُڑی، اوکاڑہ میں آزاد امیدوار کامیاب 13/اکتوبر: پاکستان: عمرہ ویزے 3 گُنا بڑھانے کا فیصلہ، سالانہ ایک کروڑ جاری ہونگے

14/اکتوبر: پاکستان: محرم الحرام: ملک بھر میں 12ہزار فوجی تعینات کرنے کی منظوری 15/اکتوبر: پاکستان: تونسہ ن لیگی ایم این اے کے ڈیرے پر خودکش دھماکہ، بلدیاتی امیدواروں سمیت 7جاں بحق، 20زخمی 16/اکتوبر: پاکستان: گلوبل وارمنگ، دس سال میں گلیشیرز 60 میٹر تک پگھل گئے۔ 17/اکتوبر: پاکستان: ڈینگی پھر بے قابو، ملتان، راولپنڈی اور کراچی میں 3افراد چل بسے، مریض 4ہزار سے اوپر۔ 18/اکتوبر: پاکستان: بھارت کے لانگ رینج ایٹمی میزائل کا تیسرا تجربہ بھی ناکام 19/اکتوبر: پاکستان: اقتصادی راہداری کے خلاف منصوبہ ناکام، بالاکوٹ سے دہشتگردوں کا نیٹ ورک پکڑا گیا سانحہ منیٰ پاکستانی شہداء کی 104 ہوگئی، 12افراد لاپتہ 20/اکتوبر: پاکستان: کوئٹہ، مزدوروں کی بس میں دھماکہ، 11جاں بحق 23زخمی پنجاب میں 9اور10 محرم کو ڈبل سواری پر پابندی

الحجامہ سنٹر

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُم بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ: تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو، اُس میں افضل چیز حجامہ ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے (ترمذی، بخاری، مسلم)

برائے خواتین

(ا)......اہلیہ عمران رشید (ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر 4، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی۔
فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900)

برائے مرد حضرات

(2)......مولانا عبدالمجید صاحب، بنی، راولپنڈی۔فون نمبر: 0314-5125521

زیرِ انتظام: عمران رشید، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی

فون: 0333-5187568